رسالہ

سنہ ۱۹۱۵ء

حیاتِ اُردُو

اردو ادب (نظم و نثر) کا ماہوار مُرقع

مُرتب

مرزا اسحٰق بیگ

مقامِ اشاعت

دفتر انجمن حیات اردو واقع پرنس روڈ مرادآباد

قیمت سالانہ عہ

فی پرچہ (۴) چار آنے

امرت دھارا کی چھوٹی سی شیشی میں شفاخانہ بند ہے

کیونکہ یہ اکیلی دوائی تقریباً ان کل امراض کا گھروں میں بوڑھوں بچوں یا جوانوں مردوں یا عورتوں کو ہوتی رہتی ہیں حکمی علاج ہے۔ اس معجز نما د
کے ہر قطرہ میں شفا بھری ہے لکھوکھا انسان جنہوں نے اِس سے فائدہ اُٹھایا ہے اس کی تعریف میں یک زبان ہیں۔

تقریباً ۲۳ ہزار نے

تو لکھ کر بھی اپنے دلی شکریہ کا اظہار کر دیا ہے۔ ان لوگوں کی رائے ہے کہ کوئی جیب امرت دھارا سے خالی نہیں رہنا چاہیئے۔ اس کے ہوتے ہوئے نہ ہر مر
واسطے مختلف ادویات کی ضرورت نہ اندرونی بیرونی کی ادویات کو علیحدہ علیحدہ خریدنے کی ضرورت سفر و حضر میں یہ اکیلی دوائی تمام تکالیف سے
ہے اسی واسطے تو ہزارہا شیشیاں ماہوار بک جاتی ہیں اور امرت دھارا ڈاکخانہ خاص امرت دھارا بھون میں (جو کہ ۲ لاکھ روپیہ کی لاگت سے تیا
اس کے باہر بھیجنے کی خاطر محکمہ ڈاکخانہ نے کھولا ہے۔ کمیٹی نے ساتھ والی سٹرک کا نام بھی امرت دھارا سٹرک قرار دیا ہے اور کئی سونے چاندی کے تم
اس کارخانہ کو مل چکے ہیں۔ انہی باتوں سے جھوٹے اشتہار بازوں نے نقلیں بھی شروع کر دی ہیں ہمیشہ دھوکے سے بچو اور اصل خریدو۔

قیمت بڑی شیشی ع نصف عہ نمونہ ۵

المشتہر

منیجر امرت دھارا اوشدھالیہ۔ امرت دھارا بھون۔ امرت دھارا سٹرک۔ امرت دھارا ڈاکخانہ لاہور

حیات اردو

جلد ۳ | بابت ماہ مارچ و اپریل سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۳ و ۴

فہرست مضامین رسالہ حیات اُردو مراد آباد بابتہ ماہ مارچ و اپریل سنہ ۱۹۱۸ء

آیندہ ماہ کے لیئے مصرع طرح

ہیں کمانیں راہ چلنے میں زیادہ تیر سے

ملنے پر مبارکبادی جلسہ

۱۰ فروری ۱۹۱۸ء کو باشندگان مراد آباد کا ایک عام جلسہ موتی باغ مراد آباد میں بصدارت مسٹر معظم علی بیرسٹرایٹ لاء مراد آباد منعقد ہوا جس میں بہ تحریک نیاز مند ایڈیٹر رسالہ حیات اردو حسب ذیل مطلب کا رزولیوشن بالاتفاق پاس ہوا۔

"باشندگان مراد آباد کا یہ عام جلسہ گورنمنٹ عالیہ کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ اوسنے فرمانروائے حیدر آباد دکن کو ہز اگزالٹڈ ہائنیس کا خطاب مرحمت فرمایا اور درخواست کرتا ہے کہ وہ براہ مہربانی کسی موزون وقت پر حضور نظام دکن کو ہز مجسٹی کے خطاب سے مفتخر فرمایا جاوے۔ اور یہ کہ یہ جلسہ حضور نظام خلد اللہ ملکہ کی حضور میں تہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہے۔

محرک مرزا اسحق بیگ اڈیٹر رسالہ حیات اُردو مراد آباد

موید مسٹر لچھمی نراین کھنہ

اس رزولیوشن کو بذریعہ تار پرائیویٹ سکرٹری حضور نظام کی خدمت میں ارسال کردیا گیا۔

ناظرین حیات اُردو کی تفنن طبع کے لیئے حضور نظام کا تازہ کلام ذیل میں درج کرینگی عزت حاصل کیجاتی ہے۔

بقائے عصمت و عفت کا اک اسرار ہی پردہ

(تازہ فکر اعلیٰحضرت شہریار دکن حضور

حقیقت میں اُٹھا سکتی نہیں طاقت کوئی اسکو
جو نادانی سے کہتے ہیں کہ پردہ ہو نہیں سکتا
جو خوگر بے حجابی کے ہیں کچھ حاجت نہیں انکو
بسر کرتے ہیں اپنی زندگی جو رہ کے پردہ میں
نہ ہوں یاجوج ماجوج اسکے درپے کہہ دو اے عثمان

بقائے عصمت و عفت کا اک اسرار ہے پردہ
حیا کہتی ہے یہ دل سے کہ کیا دشوار ہے پردہ
ہر اک پردہ نشین کے واسطے درکار ہے پردہ
جو سچ پوچھو تو ان کا مونس و غمخوار ہے پردہ
نہ چاٹا جائے گا وہ آہنی دیوار ہے پردہ

سید محمد علی صاحب سشن جج کی رخصتی پارٹی بار لائبریری کیطرف سے

یوں تو سید محمد علی صاحب سشن جج کی رخصتی پارٹیاں مراد آباد میں مختلف اصحاب کیطرف سے خوب ہوتی رہیں لیکن جو پارٹی بار لائبریری کیطرف سے سید صاحب کو دیگئی (گو اسمیں ہم اپنی معروفیتوں کی وجہ سے شرکت کی عزت حاصل نکر سکے) بہت کچھ شاندار ہوئی۔ اس پارٹی میں ہمارے نہایت ہی محترم مخدوم جناب بابو لعل صاحب غالب وکیل مراد آباد نے ایک قصیدہ پڑھکر سنایا تھا جسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ امید ہے کہ اسکو دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائیگا۔

بہ اخلاق تو پنہاں راز اعجاز مسیحائی
بہ ہر لفظ تو تسخیر خلائق از شکر خائی
بہ گلریزی دبار افشائی نخل نو ارشہا

زالطاف تو پیدا دست جود حاتم طائی
بہ ہر کار تو تالیف قلوب است علت نائی
کرم ہائے تو مارا کرد دل دادہ و شیدائی
ہمہ ... خوبی ہائے گوناگوں ملجائی

به جان سوزی خدا ترسی و دینداری و حق کاری — به صدقِ دل همی کوشی به راه عدل پیمائی

به اجلاسِ تو از رعبِ جلالت سرنگوں مانند — سپهرِ سرکش شوریده سر مغرورِ یکتائی

زشانِ ارفعت تمکیں اجلاست چناں ماند — که کیواں مے کند بر چرخ هفتم جلوه فرمائی

اگر نوشیروانِ وقت گویندت روا باشد — عدالت بر تو نازد تو پیرائے عدل زیبائی

ندانم ارچه باعث ترک سرو بین تو شد لازم — که زیبد گر ترا گویم گل گلزار رعنائی

به موئے اسود و قدِ سهی و چشم صهبائی — به باغِ حسن رشکِ سنبل و شمشاد و شهلائی

مهِ نو کشتی مے آورد زهره شود رقصاں — به بزم شب نشیناں چوں بساطِ عشرت آرائی

ترا عزت نه از سروس مدے کر جوهر ذاتی — سریر آرائے بزمِ عظمت و اجلال آبائی

زریحِ خود پرستی دور با اخلاقِ مهر آگیں — نشاطِ خاطرِ احباب و قدر خویش افزائی

شکسته خاطرِ اغیار از دردِ فراقِ تو — چناں مانند دل احباب را صبر و شکیبائی

کنم ختم ستائش بر دعا و مختصر سازم — کر افضالِ تو بالاتر ز روحِ عقل و دانائی

رفیق دوستانت دولت و اقبال و جم جائی — نصیب دشمنانت بیکسی و بے سر و پائی

کلکتہ کا یادگار مشاعرہ

۲۳ر مارچ گذشتہ کو بہ تقریب نوروز نواب نصیر الممالک مرزا شجاعت علی خاں بہادر قونصل دولت علیہ ایران کے دولت کدہ پر جناب محتشم الیہ کے خویش مانوس الدولہ بہادر کی طرف سے ایک بزم مشاعرہ منعقد ہوئی جس میں کلکتہ

قصیدوں پر پچاس اور تیس روپیہ کے دو مختلف انعام بھی مقرر کئے گئے تھے چنانچہ بیرونجات سے بھی اکثر قصاید آئے تھے جو تنگی وقت کی وجہ سے سب نہ پڑہے جاسکے۔ شعر خوانی شروع ہونے سے پہلے نواب نصیر الممالک بہادر صدر جلسہ نے نوروز کے متعلق ایک مختصر تقریر فرمائی اور چند اشعار وقت کی مناسبت سے ارشاد فرمائے۔ پھر قصیدہ خوانی شروع ہوئی جس کا سلسلہ شب کے گیارہ بجے تک رہا جتنے قصاید پڑھے گئے اون میں مرزا ثاقب صاحب آغا شاعر صاحب۔ حکیم رعب صاحب۔ اور مولانا وحشت صاحب کے قصاید خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ مقاصدہ کے بعد مشاعرہ شروع ہوا۔ خوب خوب غزلیں ہوئیں۔ آغا شاعر صاحب کی غزل نے نہایت رنگ دیا۔ اون سے اور مرزا ثاقب صاحب سے فرمایش کر کے غیر طرح غزلیں بھی اخیر میں پڑہوائی گئیں شب کے تین بجے یہ پرلطف صحبت ختم ہوئی۔ اگرچہ کلکتہ میں مشاعرے اکثر ہوتے رہتے ہیں مگر یہ مشاعرہ اپنی نظیر آپ تھا۔

حیدر حسن نشاط

رسالہ حیات اردو کی آیندہ اشاعت میں یہ تمام غزلیات اور قصاید درج کئے جائینگے

اڈیٹر

آنریبل ڈاکٹر سر سندر لعل صاحب انجہانی کی وفات پر مسلم دار المطالعہ مراد آباد میں

تعزیتی جلسہ

بوقت شام بصدارت آنریبل پنڈت راد ہاکشن داس صاحب وکیل مرادآباد منعقد ہوا جس میں حسب ذیل رزولیوشن پاس ہوئے۔

(۱) باشندگان مرادآباد آنریبل سر سندر لعل صاحب کی وفات حسرت آیات پر اپنا عمیق رنج والم ظاہر کرتے ہوئے آنجہانی کی وفات کو ملک کے لئے ناقابل تلافی نقصان "سمجھتے ہیں۔

محرک جناب مولوی محمد عبدالسلام صاحب رئیس و میونسپل کمشنر

موید بابو شانتی پرشاد صاحب وکیل

(۲) باشندگان مرادآباد آنجہانی کی غمگین بیوہ لیڈی سر سندر لعل اور اون کے بھائیوں پنڈت بلدیو رام و پنڈت کنہیا لعل صاحبان سے اپنی دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔

محرک مسٹر معظم علی بیرسٹر

موید مسٹر لکشمی نراین وکیل۔

سکریٹری مسلم دارالمطالعہ نے صدر صاحب اور حاضرین جلسہ کی تشریف آوری کا شکریہ کیا اور جلسہ برخواست ہوا۔

ساہو نواری لعل صاحب میونسپل کمشنر

ھمارے مخصوص احباب یہ سنکر خوش ہونگے کہ ھمارے کرمفرما جناب ساہو نوار لعل صاحب

کبھی اپنا دوسرا مکان تعمیر فرمائینگے تو بغیر میٹھائی کے مطالبہ کے چھجہ نکالنے کی اجازت ملجائے گی۔ ہم اپنے کرمفرما کو اس حصول ممبری پر مبارکباد کہتے ہوئے ایک قطعہ پیش کرتے ہیں۔

صدف کو ملا گوہر بے بہا	یہ چرچے زمانے میں گھر گھر ہوئے
مبارک کہ اب سا ہو ہنوار لعل	میونسپل کمیٹی کے ممبر ہوئے

مسلم دار المطالعہ اور ڈسٹرکٹ بورڈ مراد آباد

بہی خواہاں مسلم دار المطالعہ مراد آباد ہو ہے ہونگے کہ گذشتہ مہینوں میں سکرٹری مسلم دار المطالعہ نے (یہ دیکھتے ہوئے کہ ڈسٹرکٹ بورڈ مراد آباد برٹش انڈین ایسو سی ایشن مراد آباد کو ایک معقول امداد دیتا ہے) ڈسٹرکٹ بورڈ سے درخواست کی تھی کہ مسلم دار المطالعہ مراد آباد کو جو برٹش انڈین ایسوسی ایشن مراد آباد کے مقاصد کے مطابق ہی اپنے مقاصد رکھتا ہے امداد دیجائے۔ درخواست ہذا پر پانچ ممبران ڈسٹرکٹ بورڈ (دو ہندو اور تین مسلمان اور جسمیں دو وایس چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ ہیں) نے سفارش کی تھی۔ نیز ان ممبران کے علاوہ ایک آنریبل دو خان بہادر ایک رائے بہادر اور کئی آنریری مجسٹریٹ صاحبان نے سفارش فرمائی تھی۔

مزید براں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ سکرٹری صاحب ڈسٹرکٹ بورڈ جو ایک بہترین

کی خانہ پُری کرنا باقی ہے درخواست پیش ہوکر بوعدہ ماہانہ امداد منظور ہو ہی جاویگی۔

لیکن بہی خواہان مسلم دارالمطالعہ یہ معلوم کرکے متعجب ہوگئے کہ سکرٹری مسلم دارالمطالعہ کو بتاریخ ۲۲ مارچ ۱۹۱۸ء ڈسٹرکٹ بورڈ کے دفتر سے تحریری اطلاع موصول ہوئی کہ اوسکی درخواست دربارہ عطاء امداد مسلم دارالمطالعہ بورڈ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۵ مارچ ۱۹۱۸ء میں نامنظور کردی۔

ہم متلاشی تھے کہ ڈسٹرکٹ بورڈ نے مسلم دارالمطالعہ جیسے مخصوص علمی انسٹیٹیوشن کو امداد دینے سے کن مناسب وجوہ کی بنا پر انکار کیا ہے۔ ہم مشکور ہیں اپنے مقامی ہمعصر اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے آرگن "ڈسٹرکٹ گزٹ" کے جس نے اپنی ۱۵ اپریل ۱۹۱۸ء کی اشاعت میں ڈسٹرکٹ بورڈ کے اجلاس منعقدہ ۵ مارچ ۱۹۱۸ء کی روئداد شائع کرکے سکرٹری مسلم دارالمطالعہ کی درخواست کی وجہ نامنظوری اس طرح ظاہر کی ہے۔ "درخواست .... سکرٹری مسلم دارالمطالعہ بدیں استدعا کہ ریڈنگ روم موسومہ دارالمطالعہ جو متصل جامع مسجد مرادآباد واسطے فائدہ عام کے واقع ہے اوسکے اخراجات وترقی کے لئے کچھہ امداد منظور فرمائی جاوے چونکہ ریڈنگ روم مذکور اندر حدود چنگی واقع ہے اسلئے یہ امداد ڈسٹرکٹ فنڈ سے دیا جانا مناسب نہیں ہے۔

پیش ہوکر تجویز ہوئی کہ یہ امداد ڈسٹرکٹ بورڈ سے دیجانی مناسب نہیں معلوم ہوتی"

برٹش انڈین ایسوسی ایشن خوش قسمتی سے حدود چنگی سے صرف چند

مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے

افسوس بانیان مسلم دار المطالعہ سے چوک ہوگئی کہ اونہوں نے مسلم دار المطالعہ کو شہر میں بالخصوص جامع مسجد کے متصل لب دریا قایم کرکے ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے کیوں دلچسپ کردیا۔ بہتر تھا کہ وہ اسے ہرتلہ یا مینا ہیر مین حدود میونسپلٹی سے باہر قایم کرتے تاکہ ڈسٹرکٹ بورڈ چند روپیوں سے اوسکی مدد تو کردیتا۔

سمجھدار علم دوست طبقہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے اس عجیب فیصلہ پر ڈسٹرکٹ بورڈ کو کسی طرح مبارکباد نہیں کہہ سکتا۔

لیکن یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے جو درحقیقت قابل غور ہے۔ ایک علمی انسٹیوشن کی امداد کے تئیے درخواست کیجاتی ہے جس پر چند ممبران بالخصوص ایک ہندو ایک مسلمان وایس چیرمین کی سفارش ہوتی ہے ایک آنریبل کئی خان بہادر رائے بہادر اوسکی تائید کرتے ہیں کسی نہ کسی طرح سکریٹری صاحب بھی درخواست کی منظوری کے موید ہوتے ہیں سب ہی کچھ ہوتا ہے مگر جب وہ درخواست ایک سرکاری چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ کے سامنے جاتی ہے۔ ممبران بورڈ کے لبوں پر مہر سکوت لگ جاتی ہے آزاد خیال وایس چیرمین خاموش ہوجاتا ہے اور مآل کار یہ ہوتا ہے کہ درخواست ایک مہمل سبب کیوجہ سے نامنظور ہوجاتی ہے۔ ایسا کیون ہوا!

شاندار مشاعرہ

میر مجلسی عالی جناب سید جواد حسین صاحب منصف مراد آباد فرمانے والے تھے
مگر افسوس ہے کہ ایک مخصوص وجہ سے تشریف نہ لا سکے لیکن ہمیں مسرت
ہے کہ اس نازک موقع پر جبکہ منتخب شدہ میر مجلس صاحب تشریف نہ لا سکے
تھے جناب بابو لعل صاحب غالب وکیل مراد آباد نے کارکنان انجمن کی دستگیری
فرما کر مشاعرہ کی میر مجلس قبول فرمالی۔

مشاعرہ میں بیرونی شائقین اور شعراء بالخصوص عالیجناب منشی واحد علیصاحب
ابر لکھنوی اور مولانا احمد علی صاحب شوق قدوائی نے تشریف لاکر کارکنان انجمن
کو یہ عرض کرنیکا موقع مرحمت فرمایا

ز قدر و قیمتِ سلطان نہ گشت چیزے کم
کلاہ گوشۂ دہقان بہ آفتاب رسید

مجلس مشاعرہ ہر طرح بارونق تھی لیکن شائقین کی آنکھیں شمس العلماء
خان بہادر مولانا محمد یوسف صاحب رنجہ جعفری چیف مولوی بورڈ آف اگزامنرس کلکتہ
کو تلاش کر رہی تھیں جو افسوس ہے کہ اپنی مخصوص مصروفیتوں کی وجہ سے رونق
افروز مراد آباد نہو سکے تھے جس کا افسوس تمام حاضرین کو رہا۔

مجلس مشاعرہ میں خوب خوب کلام حسب ذیل طرح
"ہماری بیاہ کا اُس کو بت کو اعتبار نہیں"
پر سنائے گئے۔ حضرت ابر اور حضرت شوق نے کلام غیر طرح بھی سنایا
جس سے تمام حاضرین بہت کچھ محظوظ ہوئے۔ یہ تمام کلام آئندہ پرچہ میں

مجھے جو صدر نشینی کی آبرو بخشی
غلام ہوں مجھے تعمیل میں تو عار نہیں
ولیک ہے یہ گرانمائگی اہل سخن
یہ مری قدر نہیں یہ مرا وقار نہیں

خدنگ ناز سے وہ قتل عام کرتے ہیں
اونہیں ضرورت شمشیر آبدار نہیں

معذرت

کئی ماہ سے معذرت کرتے کرتے ہم خود تھک گئے لیکن رسالہ کی اشاعت میں گڑبڑ پیدا کرنے والے اسباب (ناخواندہ مہمان) آتے آتے نہ ٹھکے۔ بہرحال اب تک جو ہونا تھا وہ ہولیا اس پرچہ کو ماہ مارچ اور اپریل سنہ ۱۹۱۸ء دونوں کا سمجھ لیئے آئندہ ماہ مئی کا پرچہ اسکے بعد حاضر ہوگا اور انشاءاللہ وقت معنیہ پر حاضر ہوتا رہیگا

انتقال پرملال

افسوس ہے کہ ہمارے محترم دوست جناب مولوی مرزا طاہر بیگ صاحب طاہر مرادآبادی کی زوجہ محترمہ کا بتاریخ ۲۴ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء انتقال ہوگیا۔ ہمیں اس حادثہ جانکاہ میں جناب مولوی صاحب ممدوح سے دلی ہمدردی ہے

مجادلہ حسنہ۔ اس نام سے ۴۴ صفحہ کی کتاب ناظمان انجمن تائید الاسلام مراد آباد اور انجمن اشاعت الاسلام امروہہ نے شایع کی ہے۔ اس مختصر کتاب میں امروہہ کے اوس مناظرہ کی کیفیت درج ہے جو جناب مولانا مولوی مرتضے حسن صاحب مدرس اول مدرسہ امدادیہ مراد آباد اور بابو رام چندر صاحب دہلوی کے درمیان بمقام امروہہ ہوا تھا۔ کتاب قابل دید ہے۔ مضامین کی خوبی۔ لکھائی چھپائی بھی عمدہ ہے انجمن تائید الاسلام مراد آباد یا جناب حاجی ریاض الدین احمد صاحب ناظم انجمن اشاعت الاسلام امروہہ سے ۲۔۰ کے ٹکٹ بھیجکر طلب فرمالیجئے۔

گلزار عروض نام کا ایک ماہوار رسالہ چھاونی بنگلور سے زیر ترتیب جناب ایم۔ اے آر اجمل مالک و مہتمم رسالہ شایع ہوتا ہے رسالہ میں عمدہ عمدہ کلام چھاپا جاتا ہے۔ لکھائی چھپائی بہتر ہے لمہ اس قسم کی تمام رسائل اردو کی ترقی کیلئے شایع کئے جاتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ خود اُن کے مرتبین اپنے ناموں کے ساتھ ہی انگریزی حروف استعمال کرتے ہیں جو درحقیقت زبان اردو میں ایک بیجا ٹھونس ٹھانس ہے رسالہ قابل دید ہے ۲۵۸ کیاولری روڈ کر اس چھاونی بنگلور طلب فرمائیے قیمت سالانہ عہ

گلشن لاہور۔ اس رسالہ پر ہم ریویو کر چکے ہیں۔ ابکی مرتبہ بہار نمبر نہایت شان کے ساتھ شایع ہوا ہے مضامین نظمیں غزلیات۔ ناول لطیفہ وغیرہ کا بہت عمدگی سے اضافہ کیا گیا ہے۔ اڈیٹر صاحب نے اپنی تصویر بھی لگائی ہے۔ رسالہ عمدہ ہے

حصہ

ہزاروں اُٹھ گئے لیکن وہی رونق ہے محفل کی

جناب منشی ظہور الحسن صاحب اظہر شاگرد رشید جناب برباد مرادآبادی

مجھے بھی کھینچ کر لیجائے یارب آرزو دل کی	درِ پرنور پر اُمید بر آتی ہے سائل کی
چلے جاتے ہیں اب سمتِ مدینہ قافلے سارے	ہمارے حال پر روتی ہے حسرت پھوٹ کر دل کی
یہ مانا نحن اقرب کہہ کے تم پردہ میں جا بیٹھے	ہمیں تو پڑ گئی سہنی مصیبت حدِ فاصل کی
میں کب تک خاک اُڑاؤں کفر کی بستی میں یا مولا	یہ کیوں برباد ہے مٹی بتاؤ تو مری گل کی
شریعت سے طریقت اور حقیقت سے رہ وحدت	وہی اچھا ہے جس نے طے اسے منزل بمنزل کی
اُٹھا دو پردۂ غفلت اُٹھو ہشیار ہو جاؤ	خبر تارِ نفس دیتا ہے ہر دم اپنی منزل کی
جگر میں زخم ہیں داغِ محبت ہیں کلیجہ پر	کسی پر شیفتہ ہو کر یہ دولت میں نے حاصل کی
الٰہی دم اگر نکلے تو نکلے اُن کے روضہ پر	تمنا ہے یہی میری یہی ہے آرزو دل کی
طفیلِ شافعِ محشر الٰہی آبرو رکھنا	بہت مشکل سے کٹتی ہے مصیبت پہلی منزل کی
میں مداحِ شہنشاہِ دو عالم ایک ہوں اظہر	حقیقت کیا مرے آگے بھلا سحبانِ وائل کی

جناب محمد اختر حسین صاحب اختر تلمیذ جناب ڈاکٹر شوکت حسین صاحب

نہ دیکھی آج تک چلتی ہوئی شمشیر قاتل کی	اسی حسرت میں ہم تو مر مٹے دل میں رہی دل کی
تجھے کیونکر سنائیں ہم شبِ فرقت کی بیتابی	تجھے کیونکر دکھائیں او ستمگر حالتیں دل کی
یہ حسرت ہے شہیدِ ناز کہلاؤں قیامت میں	الٰہی آبرو بالا رہے بازوئے قاتل کی

وہ فرماتے ہیں اختر میں نے ملنے کو جو بلوایا

احبا کر چکے رو رو کے جب تکفین بسمل کی
کلیجہ پیٹ کر صلوات میت سب نے حاصل کی
ہوئی پوری ہزاروں دشمنوں کی آرزو دل کی
کفن میں رکھ کے سب بوسے عروس تیغ قاتل کی
مبارک پہلی شب دولہ دلہن کو پہلی منزل کی

یہ کہہ کر وادی غربت میں جان ناتواں ہلکی
اٹھیں کیسے سفر میں سختیاں طوق و سلاسل کی
ہوئی اب شام مشکل بھی ہوئی آساں نہ مشکل کی
شکستہ پا کمر ٹوٹی ہے ہمت پست ہر دل کی
کروں جادہ شناسی کیا رہ غم تیری منزل کی

دم دعوائے خوں محشر میں برپا تھا نیا محشر
لہو روتا تھا مری بیکسی پر دیدۂ خنجر
بگاڑی بات میری خود ہی زخم تن نے ہنس ہنس کر
مری عرضی قیامت میں ہوئی جب داخل دفتر
زباں اک ہاتھ چھاتی بڑھ گئی دو ہاتھ قاتل کی

اسی بحر فنا سے ناخداؤں کو کنارا ہے
ہزاروں آشناؤں کا اسی میں غرق بیڑا ہے
حبابوں نے اسی کے گھاٹ پہ سر اپنا پھوڑا ہے
ہمارا کاروان دل اسی قلزم میں ڈوبا ہے
ترا چاہ ذقن بھی شاخ ہے اک چاہ بابل کی

ادھر یکتائی میں بٹہ ادھر دشوار ہے جینا
وہاں بھی دل میں ہے کینہ یہاں بھی دل میں ہے کینا
نہ یہ جائے نہ وہ جائے لہو دونوں طرف پینا
بڑی ہی فکر دشمن کی بڑی ہی فکر آئینا
اسے اپنے مقابل کی مجھے اپنے مقابل کی

مرے گھر ایلچی پیغام لیکے جو بھی آتے ہیں
بٹھاتا ہوں تو ظالم دور سے آنکھیں دکھاتے ہیں
اگر جاتا ہے خط میرا تو وہ پرزے اڑاتے ہیں
وہاں دشمن کے روزانہ لفافے بند جاتے ہیں
یہاں پڑھتی ہے خود اپنا لفافہ بیکسی دل کی

جوانی کا نشہ ہے اور دن ہیں اٹھتے جوبن کے
اگر کھولوں ہوں منہ اپنا تو ہیں سامان مدفن کے
کھلائیں یا خدا تازہ شگوفے خار گلشن کے
چنیں کلیاں جو وہ غنچہ دہن باغوں میں دشمن کے

الٰہی برق غم بن جائے یہ تنگی مرے دل کی

ہوائے موج خشکی توڑتی ہے پسلیاں میری
کنارہ ڈھونڈھتی پھرتی ہے جانِ ناتواں میری
کدھر ڈالیگا سیلاب مخالف ہڈیاں میری
کہاں ڈالیگی لنگر کشتیِ عمرِ رواں میری

ڈبو دیں تک بہا دیں بحرِ غم نے اپنے ساحل کی

اسیری میں بھی یاد زلف و رخ نے راتدں لوٹا
مگر رشتہ نہ ان دو دشمنوں سے آج تک ٹوٹا
سنبھل پائے جنوں تیرا نصیبہ دیکھ پھر پھوٹا
ابھی جوڑا کھلا اُن کا ابھی زنداں سے میں چھوٹا

ابھی بیڑی کٹی پھر اب اُٹھی وحشت سلاسل کی

وہی بس جان سکتا ہے یہ چوٹیں جس کے دل پر ہوں
اُسے ہر آن سکتا ہے یہ چوٹیں جس کے دل پر ہوں
وہی کچھ مان سکتا ہے یہ چوٹیں جسکے دل پر ہوں
وہی پہچان سکتا ہے یہ چوٹیں جس کے دل پر ہوں

نہ تم برباد پوچھو کیا ہے کیفیت مرے دل کی

جناب منشی محمد حسین صاحب بجر شاگرد مولانا شباب مراد آبادی

ہوئی جاتی ہے حالت اور ابتر چارہ گر دل کی
سونگھا دے زلف ہی اس کو کسی زہرہ شمائل کی
ہم ہی نے قتل گہ میں سرخرو کی تیغ قاتل کی
ہم ہی نے لذتِ شوق شہادت ملکی حاصل کی
ہوئیں یوں روبرو چوٹیں مقابل سے مقابل کی
اُدھر وہ آئینہ رو تھا اِدھر تصویر تھی دل کی
نہ ہو جب شمع محفل بزم میں پھر بزم ہی کیا ہے
جہاں ہیں صاحب محفل ہی سے رونق ہے محفل کی
نہ پہنچیں اُن کے کانوں تک صدائیں عرش تک پہنچیں
الٰہی کیا اثر الٹا دکھایا آہ نے دل کی

[illegible]

جنابِ بجر کی آٹھوں پھر اب تو دعا یہ ہے — الٰہی آبرو رکھنا بروز حشر قاتل کی

جناب منشی شیام لال صاحب بسمل مرادآبادی (مذاق)

قسم کہا کر یہ کہتا ہوں ترے رخسار کی تل کی — ترے پیچھے سیاہی لگ رہی ہی روغنِ گل کی

تمہاری بیٹھے سی میریجاں رونق ہی محفل کی — جو تم اُٹھ جاؤ گے حالت بری ہوگی مرے دل کی

رہو تم اک طرف ہو کر ملو دشمن سے یا مجھ سی — خوشی کرنا بہت مشکل ہی میری جان دو دل کی

فراق یار میں دو دن سی حالت غیر ہے اپنی — نہیں سنتا کوئی بھی داستاں دل سی مری دل کی

کیا ہاتھوں سی نقشہ چاک پھینکا گھاس پر خسرہ — جو آئی یاد صورت کھیت پر اُس ماہ کامل کی

اُٹھو کھیلو ہنسو بولو کرو اٹکھیلیاں باہم — کبیدہ کیوں ہو صورت دیکھ کر مد مقابل کی

نمک پاشی کو لایا ہی نمک اب اور بھی قاتل — کہ ہو حس سی ترقی پر ترقی زخم بسمل کی

جناب ملا محمد حسین صاحب ثریا شاگرد حضرت شباب لسان الہند

فلک پر قوس کو دیکھا تو مجنوں خلق سی بولا — یہ کیسی گوٹ ہی دیکھو مری لیلیٰ کے محمل کی

لڑا کو بزم میں آنکھیں چراتے ہو نگاہیں کیں — یہ لڑتی ہیں تو لڑنے دو لڑائی ہے مقابل کی

جو تم اپنی خوشی سے آکے بیٹھے ہو مری بر میں — یہی ہے دیکھ لو تاثیر میرے جذبۂ دل کی

جگر کو تھام کر تڑپے پڑھا خط کو مرے جبدم — لکھی تھی میں نے حالت خوب اپنے مضطرب دل کی

غزل لکھی چمکتی فیض ہے لسان کا بیشک — ثریا روشنی اُس طبع روشن سے یہ حاصل کی

جناب مرزا احمد شاہ بیگ صاحب جوہر مرادآبادی یادگار تسلیم مرحوم

زبوں حالت ہوئی مرہم سے زخمِ مرغ بسمل کی — بدن میں آگئی جان دیکھ کر شمشیر قاتل کی

نظر ملتی نہیں میری نظر سے آج قاتل کی — کماں پھر چڑھ گئی شاید کسی مد مقابل کی

[illegible]

شرارے سنگ میں ہرگز نہیں یہ خوں کے قطرے ہیں ۔ بتوں کو بھی تمہارے غم میں بیماری ہوئی سل کی
جو دیکھی سخت جانی اور جھنجلا کر دیا سر کا ۔ بگڑ جانے سے قاتل کے بن آئی مرغ بسمل کی
چھنک سے گھونگرو کی جان آجاتی ہے مردوں میں ۔ صدائے صور گویا بن گئی پازیب قاتل کی
بہار آئی ہے مستو پھر گل گلشن ہے جوبن پر ۔ ہوئی ہے رنگ پاشی باغ میں خون عنادل کی
رقیبوں میں شروع شام سے تا صبح پھرتا ہے ۔ اُڑائی ہر روش اُس مہر وش نے ماہ کامل کی
تڑپتا ہوں برنگ مرغ بسمل عید کا دن ہے ۔ لپٹ جائے گلے سے یار نکلے آرزو دل کی
شب وعدہ سر شام آگئی نیند اُن کو اے جوہر ۔ نہ نکلیں خفتہ بختی سے تمنائیں مرے دل کی

رامی

جناب چودھری بابو رام سرن صاحب رامی شاگرد مولانا شباب لسان الہند

خوش آئی زلف پرخم جب سے اک بیرحم قاتل کی ۔ ضرورت مجھ کو بیڑی کی نہ حاجت ہے سلاسل کی
نہ کھٹکا باغباں کا ہو نہ کچھ صیاد کی دہشت ۔ تو فصل گل میں ہوں سب دور تکلیفیں عنادل کی
بنایا اُس بت عیار کو رام اپنا اے رامی ۔ بہت مشکل سے امید دلی اب ہمیں حاصل کی

سرور

جناب ڈاکٹر غلام سرور صاحب سرور مراد آبادی

گلستاں میں وہ کیا فریاد سنتے ہیں عنادل کی ۔ تڑپ جاویں اگر سن لیں کہانی حضرت دل کی
مرے قبضہ سے باہر ہو کے پہلو میں مچلتے ہیں ۔ بڑھی وحشت میں ایسی بیقراری حضرت دل کی
ملے زہرہ جبینوں سے تو اے دل پوچھ لے پہلے ۔ اسیران محبت سے مصیبت چاہ بابل کی
رگ گل مدفن کو رونداہے کلال مست صہبا نے ۔ عجب کیا مے کشوں میں قدر ہو جاوے مری گل کی
مذمت زاہدا رندوں کے منہ پر یہ سمجھ لینا ۔ مٹا دیتا ہے ہستی دل جلا ہمزاد عامل کی

جلال

جناب جلال الدین خانصاحب جلال مراد آبادی

غضب ہی سخت جانی دیکھ کر مقتل میں بسمل کی
گلے پر چلتے چلتے رک رہی شمشیر قاتل کی

ارادہ ہے ہمارا بھی نکالیں حسرتیں دل کی
بڑی شہرت سنی ہے آج کل شمشیر قاتل کی

یہی کہہ کہہ کے اُس ظالم نے سینہ چاک کر ڈالا
نہ رہ جائیں کہیں دلمیں کسی کی حسرتیں دل کی

یہ خونِ بے گناہی بھی کچھ ایسا رنگ لایا ہی
قیامت میں نظر نیچی ہوئی جاتی ہی قاتل کی

بنا ہوں آج کل لذت کش دردِ دل آزاری
ستاتی ہیں مجھے سو سو طرح سے حسرتیں دل کی

چلا تھم تھم کے خنجر حلق پر رُک رُک کے دم نکلا
مری دشواریوں نے خوب ہی آسان مشکل کی

ہوئی داغِ جگر افسردہ پھر بھی گل سے بہتر ہیں
خزاں میں بھی وہی رونق ہی اب تک گلشن دل کی

وہ گل اِس شان سے آیا چمن کی سیر کو شوکت
اُڑائی بلبلوں نے قہقہے غنچوں نے کھل کھل کی

جناب قاضی حکیم مولوی احمد حسین صاحب شباب لسان الہند

شباب

خدا پر منکشف ہی سب حقیقت حق و باطل کی
نظر ہی رائی رائی پر خبر ہی اُسکو تل تل کی

پہنچکر عرش پر اللہ کے پیارے نے منزل کی
یہ پایا کس نے پایا ہے یہ رفعت کس نے حاصل کی

لکھی نعتِ محمد کر لیا جنت کو گھر اپنا
شباب شاد قسمت منزلت یہ خوب حاصل کی

نکالی خوب حسرت جس نے وقتِ ذبح قاتل کی
بڑی اللہ اکبر اس قدر ہمت تھی بسمل کی

قدم اُٹھنے نہیں پاتے دیارِ یار میں کیونکر
الٰہی راہ کیا دشوار ہے الفت کی منزل کی

حقیقی جلوہ دیکھیں لڑیں شیخ و برہمن کیوں
سب اک پل بھر میں کھلتی ہی حقیقت حق و باطل کی

ہوا بند آنا جانا جبکہ دونوں کا دبستاں سے
تو مجنوں کے لیے لیلیٰ بہت تڑپی بہت بلکی

کیا حق نے مجھے ناحق بت بے پیر کا عاشق
جو مائل کی بھی تو پھیری طبیعت کس نے باطل کی

خفا ہو باغباں صیاد ہو دشمن عدو گلچیں
چمن میں کون دے پھر داد فریادِ عنادل کی

میں وہ مجنوں ہوں لیلیٰ ہی مری آنکھوں کے پردہ میں
نہ حاجت قصر کی اُس کو نہ کچھ پروا ہی محمل کی

شباب اکثر جوانی میں ظرافت آ ہی جاتی ہی
نہ گھبرا نابت چالاک میں عادت ہی چلبلی کی

جناب محمد اسمٰعیل صاحب صبر شاگرد جناب برباد مرادآبادی

ذرا بھی بھر کے جی صورت نہ دیکھی اپنے قاتل کی
نہ شمشیر بھی حسرت نہ نکلی ہائے بسمل کی

تری اس شانِ یکتائی کے صدقے کیوں نہ عالم ہو
ہزاروں اُٹھ گئے رونق وہی باقی ہی محفل کی

کہیں برقِ ستم بنکر گری مجنوں کی ہستی پر
کہیں لیلیٰ ادا بن کر چلی شمشیر قاتل کی

کوئی ہمدم بھی اے صبر نہیں جو اس کو کفنائے
ستم ہی آج بے گور و کفن ہی نعش بسمل کی

جناب حاجی محمد صدیق صاحب صدیق تلمیذ جناب جوہر

محبت ہی جو حضرت کے رخِ زیبا شمائل کی
گلِ فردوس کی صورت شگفتہ ہی کلی دل کی

تصور ہے مجھے دن رات اُس کالی کملیا کا
نظر کے سامنے ہر وقت ہی سورۃ مزمل کی

مقابل مہرِ یثرب کی ضیا میں ہے معاذ اللہ
یہ منہ مہر منور کا یہ صورت ماہ کامل کی

پکارے جائینگے محشر میں ہم مدح سراؤں میں
ہمارے واسطے طیار حق نے خلد منزل کی

بروزِ حشر حق نے خلد میں داخل کیا ہم کو
یہ دولت مدح حضرت کی بدولت ہمنے حاصل کی

نظر آجاتے ہیں صدیق دن میں مجھکو سیارے
صفت لکھتا ہوں جب میں اُس رُخِ پرنور کے تل کی

جناب منشی سید آل احمد صاحب طرب سرسوی تلمیذ جناب خورشید لکھنوی

نہ سہم اور ترک بیتابی سے اپنے نیم بسمل کی
نکلتی ہے تڑپتی ہی تڑپتے آرزو دل کی

خبر پردے میں بھی تمکو ملی بیتابیُ دل کی
مرا تارِ نفس دیتا رہا پیغامِ لاسلکی

پسِ قتل اس طرح ظاہر ہوئی ہی بیکسی میری
ٹپکتی ہے ندامت۔ آبِ خنجر ہو کے قاتل کی

جلایا آہ سوزاں نے بجھایا چشمِ گریاں نے
مٹادی آرزو دل کی ڈبو دی آبرو دل کی

ضیا افگن ہو پتلی کی طرح اوسکی عشرت
بنا ہی حجلہ چشمِ تصور شکل محمل کی

جو دیکھا زیر مشقِ ناز۔ ہنگامِ جفاکاری
گلے مل مل کے مجھ سے خوب روئی تیغ قاتل کی

تڑپ جاؤ گے سنگر اس جگہ کی جلوہ آرائی
پسند آئی زمیں پریوں کو کھاہی جنیا اہل کی

مثالِ ماہِ نو بڑھتی رہی دیدار کی حسرت
تری فرقت نے الفت اور میرے دل میں کامل کی

اُسی دستِ کرم کی مہر بیٹھی ہے مرے دل پر
انگوٹھی جس نے ہنگامِ عبادت نذرِ سائل کی

غمِ شبیر نے جنت میں پاک و صاف پہنچایا
نوشتِ فردِ عصیاں اے طرب اشکوں نے زائل کی

جناب منشی احمد وراز خاں صاحب عاجز عطائی پوری تلمیذ جناب نوح

بھلا آسان پھر کیا خاک ہونگی مشکلیں دل کی
کہ قاتل ہے ابھی ناداں چھری ہے کند قاتل کی

ہمیں خوش آ نہیں سکتی فضائے گلشنِ جنت
کچھ ایسی ہم نے لوٹی ہیں بہاریں تیری محفل کی

لگا دی کاش تیری تیغ براں گھاٹ پر قاتل
ہے میری کشتئ عمرِ رواں محتاج ساحل کی

ہمیشہ گلرخوں کے غم میں خونِ دل اگلتا ہوں
شبِ فرقت سے بیماری مجھے پیدا ہوئی سل کی

دعائیں میں دیا کرتا ہوں ہر دم اپنے قاتل کو
کہ جس نے قتل گاہِ ناز میں آسان مشکل کی

پیا ہے جام وہ ہم نے مئے عشق و محبت کا
قیامت تک نہ جائیگی ہماری بیخودی دل کی

اُٹھاؤ تو ذرا تم امتحاں کے واسطے خنجر
ابھی کھل جائیگی قلعی عدو کے زعمِ باطل کی

ستم ہے قہر ہے دو گز کفن بھی بار تھا اُن پر
سرِ مقتل یونہی عریاں پڑی ہے لاش بسمل کی

نہ کچھ رنگیں بیانی ہے نہ کوئی بات ہے عاجز
طبیعت اس غزل سے شاد ہو گیا اہلِ محفل کی

جناب شیخ علی بخش صاحب علق شاگرد ابو المیثاق برباد مراد آبادی

جناب احمد علی صاحب فلک

اِدھر تو خوں بہانے کو کھنچی ہے تیغ قاتل کی
اُدھر مجرم کی گردن پر گھڑی آئی ہی مشکل کی

سرِ مقتل سبھی ہیں سرنگوں حالت پہ بسمل کی
قیامت کیوں نہ برپا ہو کھلی باچھیں ہیں قاتل کی

شریعت معرفت رکھی رہیگی اے دلِ ناداں
نظر پڑ جائیگی جسدم کسی درویش کامل کی

سحر تک اے فلک ناکام رکھا اُس پریوش نے
تمنا گو شب راحت بہت کو شاں رہی دل کی

جناب شکور حسین صاحب قیس رئیس میڈھو

یہی ہر آرزو دل میں یہی ہے آرزو دل کی
کہ دیکھوں محفلِ خلوت میں شکل اُس ماہ کامل کی

تڑپتا کیوں ہی تو پہلو میں آخر کچھ تو باعث ہی
دلِ مضطر بتا دے بات مجھ کو اپنی تو دل کی

پھنسا ہوں بے طرح دریائے غم کی موج طوفاں میں
نہ تنکے کا سہارا ہے نہ ہے اُمید ساحل کی

دہن غنچہ سا ہے نازک کمر ہے چال متوالی
نشانی یاد رکھ یہ نامہ بر اُس ماہ کامل کی

بہار آتے ہی کیوں جانے لگے ای قیس صحرا کو
ہوئی پھر فکر کیا تم کو کسی لیلائے محمل کی

جناب مرزا نظام الحسن صاحب قابل

نکل جاتیں جو اشک یاس بنکر حسرتیں دل کی
تو پھر آنکھوں میں کیوں رہتی نہاں تصویر قاتل کی

اُٹھی اور اُٹھ کے پھر کچھ رُک گئی شمشیر قاتل کی
تغافل دیکھ کر مٹ مٹ گئی ہیں حسرتیں دل کی

نہ حسرت ہی نہ ارماں ہے نہ اب یاس و تمنا ہی
مرا دل لیکے کھو دی دلربا نے دل لگی دل کی

نیا شاعر ہوں طرز شاعرانہ سے نہیں واقف
مگر برجستگی میں یوں غزل رہتی ہے قابل کی

جناب کوکب مرادآبادی تلمیذ کلیم رضوی مرادآبادی و جناب وحشت کلکتوی

بری حالت ہی دریائے بلا میں کشتئ دل کی
رُلاتی ہے ہنسی مجھ کو سبکسارانِ ساحل کی

اگرچہ صاف عالی ہمتی ظاہر تھی بسمل کی
مگر دی داد ساری خلق نے بازوئے قاتل کی

یہی بہتر ہے ہم مشکل ہی کو مشکلکشا سمجھیں — کوئی صورت نظر آتی نہیں جب حل مشکل کی

اسی جا گو کہ غمگیں کہیں بیٹھا ہوا ہوگا — زبان حال سے افسردگی کہتی ہے محفل کی

مشتاق

جناب حاجی مشتاق احمد صاحب مشتاق گھڑی ساز تلمیذ جناب جوہر مرادآبادی

تڑپتا ہوں زیارت کو شہا صورت عنادل کی — دکھا کر پھول سا چہرہ مٹا دو بیکلی دل کی

کریں گے عرض ختم انبیا محشر میں داور سے — ق گذارش ہے یہ عاجز کی گذارش ہے یہ سائل کی

نجاؤنگا میں جنت میں نجاؤنگا میں جنت میں — مرے مولا مری امت اگر دوزخ میں داخل کی

یہ ہوگا حکم رب دریائے رحمت جوش میں آکر — بر آئیگی مرے محبوب تیری آرزو دل کی

گل روئے نبی کے وصف لکھنے کا ثمر دیکھو — گل رحمت سے جھولی بھر رہی ہے آج سائل کی

یہ مشتاق حزیں مولا ہے بس آپ کے در پر — تمنا ہے یہ آنکھوں کی یہی ہے آرزو دل کی

مذاق

جناب منشی محی الدین خاں صاحب مذاق مرادآبادی

انہیں ہے شوق خود بینی الٰہی خیر ہو دل کی — کہ آئینہ ہے آگے اور چوٹیں ہیں مقابل کی

کمال باکمالی ہے بلائے جان کامل کی — کہ لاتی ہے قفس میں زمزمہ سنجی عنادل کی

زبان حال سے کہتی تھی مایوسی یہ بسمل کی — نہ نکلی ایک بھی حسرت کسی حسرت بھرے دل کی

نگاہ شوق کا کوئی کہیں مانع نہیں ہوتا — عبث کیوں بیٹھ کر پردہ میں چلمن اس نے حائل کی

کسی زلف مسلسل کے جو سودائی نہ ہوتے ہم — اٹھاتے بیٹھ کر زنداں میں کیوں کڑیاں سلاسل کی

نہ آنے کی سنائے ہو تو کیا سچ ہی نہ آؤ گے — دکھا دینگے تمہیں تاثیر اپنے جذب کامل کی

ذرا مقتول کی یہ حسرت دیدار تو دیکھو — کہ کھنچ کر پتلیوں میں رہ گئی تصویر قاتل کی

بہت ہے آرزو لیکن وہ پھر بھی بر نہیں آتی — تری شمشیر بھی قاتل ہے کیا حسرت مرے دل کی

دکھادی آئینہ نے جب اک صورت مقابل کی
نہیں ہی چین دم بھر بھی عجب حالت ہی قاتل کی

کہیں شہرت نہو جلئے کسی لیلیٰ شمائل کی
ترے ہاتھوں ہے عزت دیکھنا اے عشق محمل کی

کسی کے وعدۂ فردا پہ اتنی بدگمانی ہے
مری حیرت نمونہ بن گئی اک حرفِ باطل کی

شب غم میری آنکھوں سے لہو بن بنکے بہتا ہی
تمہیں بھی کچھ خبر ہے یا نہیں بربادیِ دل کی

نہ پوچھو ہمدمو مجھ سے یونہی خاموش رہنے دو
سناؤں تم کو کس دل سے جو حالت ہے مری دل کی

عجب ہی دید کے قابل تھا منظر آج مقتل میں
مری آنکھوں میں کھینچ کر رہ گئی تصویر قاتل کی

اگر ممکن نہیں ہی وصل تو دیدار کافی ہے
تسلی بخش ہی صورت کسی لیلیٰ شمائل کی

یہ آئینہ ہٹاو سامنے سے وقتِ آرایش
نہ دل پر چوٹ کھا بیٹھو کہیں مد مقابل کی

بیاں ہو کس طرح جو کچھ شبِ غم مجھ پہ گذری ہی
حقیقت پوچھتے ہو مجھ سے کیا بیتابیٔ دل کی

کسی پہلو کسی کروٹ نہیں آرام پاتا ہوں
یہاں تک بڑھ چلی ہیں تیری غم میں شورشیں دل کی

جہاں میں چارسو اک نالہ و فریاد برپا ہے
کچھ اتنی انتہا سے بڑھ گئی بیداد قاتل کی

کسی دن غیر سے کہنا پڑیگا راز دل نامیؔ
بس اب مجبور کرتی ہیں مجھے مجبوریاں دل کی

مسٹر جے آر پال نادرؔ ہیڈ ماسٹر مشن اسکول جھانسی تلمیذ جناب بربادؔ

جدا جس دن سے تم ہو غیر حالت ہی مری دل کی
نہ چین آئے نہ موت آئے گھڑی ہی سخت مشکل کی

یہ ممکن ہی نہیں نکلے کبھی حسرت مری دل کی
یہی تو اک کمائی ہی جو اس دنیا میں حاصل کی

اسی سے سختیاں سہتا ہوں اپنے بیوفا دل کی
کہ پہلو میں امانت ہی کسی زہرہ شمائل کی

مری آنکھیں نکلواتے تو سارا فیصلہ ہوتا
یہ کیوں سر پھوڑنے کو درمیاں دیوار حائل کی

الٰہی طوقِ غم کیوں توڑے دیتا ہی مری گردن
گلوئے غیر میں اُس نے کلائی کیا حمائل کی

بلائیں وہ مجھے یا آئیں یا تصویر بھجوائیں
اِسی صورت سے ممکن ہے تسلی اس مرے دل کی

اُٹھایا جب مجھے شوقِ زیارت نے تو چل نکلا
جہاں پر ناتوانی نے بٹھایا شام منزل کی

ستم سہتا رہونگا مر مٹونگا تیرے کوچے سے
نہ نکلونگا نہ نکلیگی اگر حسرت مرے دل کی

ہمارا خوں بہا کر خوں بہا دینے کو راضی ہے
قیامت میں ادھر قاتل اُدھر شمشیر قاتل کی

سلایا مجھ کو آغوشِ اجل میں وائے ناکامی
ہرا سر لیکے قسمت جاگ اُٹھی شمشیر قاتل کی

نہ نیند آئے نہ چین آئے لحد میں بھی مجھے نادر
تڑپ دل میں ہے جب تک جوہر شمشیر قاتل کی

جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب نشاط مراد آبادی

مرے اللہ کب نکلیں گی دل سے حسرتیں دل کی
رواں ہوگی مری گردن پہ کب شمشیر قاتل کی

تڑپتی دیکھ کر کوچہ میں اُسکے لاش بسمل کی
زبانِ تیغ نے دی داد بڑھ کر دست قاتل کی

خزاں نے فصلِ گل میں آشیاں تاراج کر ڈالا
نہ پہنچی بات کچھ بھی بلبلِ ناشاد کے دل کی

مریضِ عشق کا تم سے مداوا ہو نہیں سکتا
مسیحا کیسے بن بیٹھے دوا کرتے نہیں دل کی

اِدھر تابوت رکھتے ہیں اُدھر کچھ دفن ہوتے ہیں
زمیں گنجِ شہیداں بن رہی ہے کوئے قاتل کی

کسی نے وحشیوں کے پاؤں میں زنجیر پہنا کر
کلاہِ آبلہ میں ٹانکدیں بیلیں سلاسل کی

پھنسا ہے مجھ سا قیدی آج تیری زلف پیچاں میں
بڑی تقدیر ہے زنداں بڑی قسمت سلاسل کی

سمجھ کر جانِ عالم یاد رکھنا انجمن آرا
نشاطِ زار کے دم سے ہے رونق تیری محفل کی

جناب نظام الدین خان صاحب نظام مراد آبادی

جھنکا ئیگی کنوئیں الفت کسی زہرہ شمائل کی
رہیگی زلف کے سودے میں پابندی سلاسل کی

نگاہِ یاس سے تکتی تھیں آنکھیں نیم بسمل کی
گلے پر چلتی تھی کھینچ کھینچ کے جب تلوار قاتل کی

ہزاروں خار ہیں اور آبلہ پائی کی ایذا ہے
مصیبت سخت بھاری ہے ابھی دوری ہے منزل کی

وہ تھوڑی دیر تو آیا بھی تو ذکر عدو لایا
ستمگر لے خوشی ہیں ایک آفت کپہ نازل کی

بلانے کو کسی کے نامہ و پیغام لاطائل
ہمارا جذبہ کامل ہی تو کیا حاجت وسائل کی

بگڑ جائینگے وہ کیا فائدہ عرض تمنا سے
بتا دیتی ہے حاجت کا فقط صورت ہی سائل کی

وہ مجنوں ہوں کہ اک لیلیٰ ادا کا ہو کے سودائی
کبھی کہسار میں پہنچا کبھی صحرا میں منزل کی

وہ کہتے ہیں ابھی کیا ہے نتیجہ اس کا دیکھو گے
نظامِ شوم طالع کیوں طبیعت ہمپہ مائل کی

جناب منشی نیاز اللہ صاحب نیاز تلمیذ جناب مذاق مرادآبادی

تمنا کب نکلتی ہے کسی حسرت بھرے دل کی
کہاں عاشق کو ملتی ہے نگاہِ ناز قاتل کی

دم آخر پھری کس طرح چشم یاس بسمل کی
تڑپتی رہ گئیں سب دل کی دل میں حسرتیں دل کی

پڑے سویا کرینگے چین سے اب کنج مرقد میں
کہ نقد جان دیکر ہمنے یہ جاگیر حاصل کی

بیانِ درد سنکر یاد اپنا درد آتا ہے
تڑپ جاتا ہوں جب آواز سنتا ہوں عنادل کی

مدینہ میں نیاز اللہ کو بلوائیے شاہا
خدا کے واسطے منظور ہو یہ عرض سائل کی

شیو کنور مرادآبادی

تمہارے ہجر میں صاحب عجب حالت ہی اس دل کی
جو یہ تڑپا تو آنکھیں روئیں جانِ ناتواں بلکی

نہ دیکھو غور سے صورت کبھی مد مقابل کی
نہو جائے یہ باطل ہمسری آئینۂ دل کی

دماغ اُنکا اگر عرش معلی پر ہے کیا شک ہی
فلک منزل سی اونچی چھت ہی اُنکی چھتر منزل کی

شب وعدہ اگر آؤ تو مت آنا اگر ضد ہے
عیاں ہو جائیگی تاثیر بھی اِس جذبۂ دل کی

اِسی اُجڑے ہوئے گھر میں کبھی تھا یار کا مسکن
بیان کس سی کروں حالت میں اس بربادئ دل کی

ادہر وہ محو آرایش اُدہر آئینہ سکتہ میں
خبر خود بھی نہیں شیو مقابل کو مقابل کی

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

دنیا میں دیا ہی جب مجھے عز و وقار
رسوا مجھے کو نہ کیجو روز شمار

مشاعرہ الہ آباد

ہندو بورڈنگ ہاؤس الہ آباد میں بصدارت عالیجناب پروفیسر ایم مہدی حسن صاحب ایم اے ایک شاندار مشاعرہ منعقد ہوا تھا جس کی غزلیات ذیل میں درج کیجاتی ہیں۔

(اڈیٹر)

جناب اعجاز حسین خاں صاحب اعجاز دریا آبادی

تڑپتی انتہائے شوق میں ہے نعش بسمل کی — عجب تاثیر رکھتی ہیں ہوائیں کوئے قاتل کی

نہ اُٹھ جائیں کہیں پہلو سے میرے بدگماں ہو کر — خبر اُن کو نہ ہو جائے کہیں بیتابیِ دل کی

عدم کی کیسی راہیں ہیں وہاں کی لوگ کہتے ہیں — خبر اے جانے والو کچھ تو دیتے جاؤ منزل کی

گرہ دل میں پڑی ہے کاکل زہرہ شمائل کی — نہ سلجھانے سے سلجھے گی کبھی گتھی مری دل کی

تزلزل میں ہے سنگ تربت کو بھی جنبش ہے — پس مردن بھی باقی ہے یہ بیتابی مرے دل کی

جنازہ جب پروانہ کا اُس نے بزم میں دیکھا — کٹی ہے رات ساری روتے روتے شمع محفل کی

جنازہ پر مرے آکر عجب انداز سے بولے — بتائیں آپ کیا حالت ہے اب بیتابیِ دل کی

چھپانے سے ہمارا خونِ ناحق چھپ نہیں سکتا — گواہی دیگی محشر میں زبان تیغ قاتل کی

جناب محمد عبد الرزاق صاحب بیخود کرسچین کالج الہ آباد

نظر آتی ہے آبادی جو مجھ کو تیری محفل کی — مری آنکھوں میں پھر جاتی ہے وہ دنیا مرے دل کی

بگولوں کی طرح دم بھر کو صحرا میں اُٹھا تو کیا — دبا دیتی ہے اُڑ کر خاک مجھ کو میری منزل کی

حصولِ مدعا جس پر فدا وہ مدعا تیرا — تصدق جس پہ ناکامی تمنا وہ مری دل کی

یہی اک بوند باقی ہے لہو کی میرے سینہ میں — اسی کو دل سمجھ لیجئے اسی کو آرزو دل کی

عجب اٹکھیلیوں سے آج بیخود میری گردن پر — چلی چلکر رکی رک کر چلی۔ تلوار قاتل کی

صداقت پر سر نازک قلم کر کے چڑھا دینا
صدائے غیب آتی ہے کسی درویش کامل کی

خزاں میں بھی مجھے آثار سرسبزی نمایاں ہیں
ہری زخموں سے کھیتی ہے ہماری پر فضا دل کی

جناب اولاد حسن صاحب حسن شاگرد جناب نوح ناروی

دکھاؤں میں اگر تاثیر اپنے عشق کامل کی
ترے دل کی وہ صورت ہو جو صورت ہے مرے دل کی

اُتارا سر تو احساں رکھ دیا گردن پہ بسمل کی
زمانہ سے نرالی ہیں ادائیں میرے قاتل کی

نکل کر میاں سے کہتی ہے یہ شمشیر قاتل کی
مناؤ گے کہاں تک خیر تم حسرت بھرے دل کی

ہوا ہے مطمئن قاتل مٹا کر داغ دامن کا
شہادت حشر میں اب کون دیگا خون بسمل کی

الٰہی بحر غم میں جان دیدی ڈوب کر کس نے
تھپیڑوں سے اُڑائی خاک کیوں موجوں نے ساحل کی

سمجھتے ہیں جسے بے مہر اُسی پر جان دیتے ہیں
محبت میں عجب اُلٹی سمجھ ہے حضرت دل کی

نہ اب رونے سے رُکتا ہے نہ اب تھامے سے تھمتا ہے
کہاں لیجائیگی وحشت مری دلکو مرے دل کی

گلوں کو توڑ اے گلچیں مگر یہ سوچ لے پہلے
جلا کر خاک کر دینگی تجھے آہیں عنادل کی

مناسب ہے کہ خود اپنے گلے پر پھیر لیں خنجر
کہاں تک راہ دیکھیں اے حسن ہم اپنے قاتل کی

جناب رامیشری دیال صاحب بی اے خاک

دم آخر نہ آئے کچھ نہ نکلی آرزو دل کی
جواں تھا ہی مگر تم نے مری جان اور مشکل کی

بہت منت جو کی میں نے کہ آؤ حال دل سن لو
کہا ہنس کر مجھے مطلب؟ کہانی ہے تری دل کی

لیا ہو گر تو بتلا دو مگر نا کس سے سیکھا ہے
ہمیں اچھی نہیں لگتی ہے ہر دم دل لگی دل کی

مسیحا رہنے دو بس اب بہت معجز نمائی کی
قضا اب بن کے آئی ہے نگاہ ناز قاتل کی

جو آنکھیں لال پیلی ہیں تو خنجر سرخرو ہو گا
گل رنگیں کھلائیگی نہ کیا کیا بیکلی دل کی

وہ کہتے ہیں [illegible]
[illegible] اُٹھ گئے [illegible] باقی ہے محفل کی

ادا کچھ بھا گئی ایسی عروس تیغ قاتل کی
بندھی تھی ٹکٹکی پھر وں نگاہ شوق بسمل کی

بہار آتے ہی کچھ ایسی بڑھی وحشت مرے دل کی
مقید رکھ سکی مجھ کو نہ پھر کوشش سلاسل کی

لڑی ہیں آج آنکھیں اک بت پرفن کی چتون سے
ہوئی جاتی ہے حالت غیر ہر لحظہ مرے دل کی

نہیں معلوم مجھ کو مدعائے زندگی کیا ہے
وہ کشتی ہوں خبر جس کو نہیں ہے اپنے ساحل کی

مسٹر دھیرندر ناتھ بنرجی۔ کایستھ پاٹھ شالا الہ آباد

مٹاتا ہے جو اپنے کو بلائیں لے کے قاتل کی
فنا ہیں ہے بقا اس کو یہ کم ہے شان بسمل کی

چلا کر تیغ ابرو مجھ سے بولے ہاں سنبھل جاؤ
نہ کیوں قربان ہو جاؤں میں اس شوخی پہ قاتل کی

بوقت نزع اُن کا وہ سر بالیں کھڑا ہونا
تمنا مرتے مرتے ہو گئی پوری مرے دل کی

بتوں سے دل لگا کر میں خدا کو بھول بیٹھا ہوں
انہیں کے پھیر میں میں راہ بھولا اپنی منزل کی

مسافر ہیں نہ ٹھہرینگے عدم کو ہم سدھارینگے
کسی دن کوچ کر دینگے بڑھا کر شان منزل کی

جناب درگا پرشاد صاحب ڈر بی اے لا کالج الہ آباد

نہ ہوتی پھوٹ آپس میں تو کچھ چلتی نہ قاتل کی
کہ پایا دل پہ قبضہ جا ملی جب آنکھ بسمل کی

لگا دل کھول کر خنجر مرے سینہ پہ اے قاتل
نکلنے کے لئے بے چین ہیں اب حسرتیں دل کی

مسیحائی کا دعوی ہے اسی کرتوت پر اُن کو
کہ حالت تک نہیں سنتے ہیں مجھ بیمار کے دل کی

نظر بھر کر نہ دیکھا مرتے دم بھی میں نے اس ڈر سے
انہیں بے چین کر دیگی نگاہ یاس بسمل کی

کمر وہ قتل پر باندھیں تو کیا باندھیں کمر بھی ہو
عبث شوق شہادت آرزو ہے تیغ قاتل کی

نہ ہو کس طرح ڈر بیخود جو خود تصویر بن بیٹھے
جب آئینہ میں دیکھی آپ نے صورت مقابل کی

جناب سید موسی حسنین رضوی شعلہ شاگرد جناب تجمل کراوری

گلے پر چل کے رک جاتی ہے ہر دم تیغ قاتل کی
غضب کرتی ہے مقتل میں نگاہ یاس بسمل کی

رہا میں عمر بھر گرم سفر دوری غربت میں
نہ دیکھی آج تک صورت سوادِ شام منزل کی

جہاں میں زینت بزم سخن نبیساں تھی اک شعلہ
وہ کیا اُٹھے کہ گویا اُٹھ گئی رونق ہی محفل کی

جناب نثار احمد صاحب شفق شاگرد جناب نوح ناروی

جو دیکھی قتل گہ میں بیرخی بسمل سے قاتل کی
گلے ملکر تمناؤں نے رخصت دل سے حاصل کی

ادائیں اِن کی نشتر ہیں نگاہیں انکی خنجر ہیں
حفاظت کر نہیں سکتا حسینوں سے کوئی دل کی

کسی نے بھی نہ پوچھا تیرے رونے کا سبب کیا ہے
مروت دیکھ لی اے شمع تونے اہل محفل کی

کیا تھا سامنا کیوں اسنے انکے روے روشن کا
ہوئی پوشیدہ صورت گھٹتے گھٹتے بدر کامل کی

اُٹھا کر ہاتھ میں خنجر گرا دینا نزاکت سے
قضا سے کم نہیں مجھ کو ادا یہ میرے قاتل کی

خدا جانے کہاں لیجائے شوق دشت پیمائی
وہ رہرو ہوں خبر جس کو نہیں ہے اپنی منزل کی

نہ جانا آج تک ہم نے کہ راز عشق کیا شی ہے
کہانی ہم نہ سمجھے آج تک حسرت بھرے دل کی

جو اہل آبرو ہیں وہ مکدر ہو نہیں سکتے
کبھی جمتی نہیں دریا میں اُڑ کر خاک ساحل کی

وہ آئے ہیں شب وعدہ مری تقدیر چمکی ہے
بہت پیٹ پیٹ کر میں نے شفق یہ رات حاصل کی

جناب ابو محمد صاحب ضبط الضما [illegible] میور کالج الہ آباد

سبق آموزِ عبرت، خاک تک ہے کوئی قاتل کا
لحد ہے تصویر جسکے ذرے ذرے میں مری دل کی

نہیں باقی ہے اے درباں ہوس اب کوئی داتل کی
یہاں لائی ہے مجھ کو جستجو کھوئے ہوئے دل کی

دگرگوں فرقت لیلیٰ میں جب حالت ہوئی دلکی
بگولوں میں نظر مجنوں کو آئی شکل محمل کی

قفس میں گر نہ کرتا بند تو صیاد کیا کرتا
گراں تھی گوش گل پر زمزمہ سنجی عنادل کی

معاذ اللہ یہ وحشت کہ جب پتا کوئی کھڑکا
ترے وحشی کے کانوں میں صدا آئی سلاسل کی

کیا ہی کیا کوئی خونِ تمنا ضبط گزروں نے	فزوں گورِ غریباں سے ہے کیوں ویرانگی دل کی

جناب مظہر صاحب

سُنے گی گوشِ دل سے بے تکلف روح بسمل کی	اگر کہنے کو ہے چشم سخنگو بات قاتل کی
جسے تم داغ سمجھے ہو وہ جوہر ہے جفاؤں کا	شہیدوں کے لہو سے آبرو ہے تیغ قاتل کی
اسے جب ذبح کرنا اپنی آنکھیں بند کر لینا	بہت حسرت فزا ہوگی نگاہ یاس بسمل کی
کہاں ہے سیلِ اشک، خوں رواں ہے آنکھ سے یارب	حقیقت اک لہو کی بوند سے زائد نہ تھی دل کی
مری کوتاہی قسمت اگر کچھ مجھ کو روکے گی	درازی کام دیگی حشر میں دامانِ قاتل کی
عدوئے زہد ہے نظارہ اُسکی چشم میگوں کا	اُڑا دیتی ہیں موجیں دھجیاں دامانِ ساحل کی
یہ آگے عرش سے جاتے ہیں وہ رہتا ہے گلشن میں	بگاڑی بات نالوں نے مرے شورِ عنادل کی
گناہوں کی سیاہی مٹ گئی اشکِ ندامت سے	مری آنکھوں نے مظہر آبرو رکھ لی مرے دل کی

مطائبۂ ناصری

جناب پروفیسر مہدی حسین صاحب ناصری لکھنوی ایم اے۔ ایم آر اے ایس وغیرہ

صدر مشاعرہ الٰہ آباد

ابھی بوئے وفا لائیں ہوائیں کوئے قاتل کی
یہ کیا نیرنگِ عالم ہے الٰہی خیر ہو دل کی

نہ پوچھو، وجہ کچھ مجھ سے شکستِ رنگ محفل کی
بہت نیرنگیاں دیکھوگے اِس ٹوٹے ہوئے دل کی

رُلاتا ہے مجھے۔ حالت دگرگوں ہوگی محفل کی
سنبھل ظالم۔ کہ یہ فریاد ہے دُکھتے ہوئے دل کی

وہ برقِ طور ہو یا چاک ہو دامانِ یوسف کا
کہیں تاثیر ہے دل کی کہیں تصویر ہے دل کی

بڑے دعوے سے نازک ہاتھ اُٹھا سخت جانوں پر
بڑھا اے شوقِ شہادت بات رکھ لی آج قاتل کی

کرم کر اے توانگر بحرِ رحمت میں اُٹھیں موجیں

[illegible]

یہ عبرت کا تماشا سیر کیا ہی رقصِ بسمل کی
بہی جاتی ہیں دیکھو خون ہو کر حسرتیں دل کی

یہ وقتِ نزع ہی۔ اب کیا خفا ہو پاس آ بیٹھو
کوئی حسرت نکلجائے مری حسرت بھری دل کی

اسیرانِ قفس کا حال بھی تھوڑا سنا دینا
سنا ہی اے صبا گلشن میں ہی محفل عنادل کی

جوانی آتے ہی کیا رنگ بدلا اپنے عالم کا
امنگیں جتنی تھیں دل میں بنیں وہ حسرتیں دل کی

ترے رخسار سے اٹھتی ہیں پیہم نور کی لہریں
یہ بحرِ حسن بھی کیا ہی نہیں حد جسکی ساحل کی

نزاکت کا ہوں قائل ہاں تغافل کی شکایت ہے
نظر کیوں مجھ سے پھیری گر نہ اٹھی تیغ قاتل کی

رخ روشن کا اس کے کر لے نظارہ دم آخر
دلا تدبیر لازم ہے چراغِ شام منزل کی

یہ آئینہ ہی کوئی یا تمہارا دستِ زیبا ہے
نظر آتی ہے اس میں صاف صورت حسن کامل کی

ستارے آسماں سے ٹوٹ کے تربت پہ گرتے ہیں
عجب حالت میں پلٹیں عرش سے آہیں مرے دل کی

یہ دنیا ہے کہ اسکی حسن خلقت کا مرقع ہے
ہزاروں اٹھ گئے رونق وہی باقی ہی محفل کی

کہاں ارمان دل میں ہاں فقط اک داغ روشن ہے
ہوئی برخاست محفل جل رہی ہے شمع محفل کی

کبھی گلشن میں تھی ناشاد اب ماتم سرا میں ہیں
لپٹ کر روتی ہیں راز نہاں سے حسرتیں دل کی

جناب نرسنگھ ناتھ صاحب بی۔ اے

لگی جو آگ اس دل میں خبر لیگی وہ اس دل کی
جو پروانہ جلا آکر جلیگی شمع محفل کی

اثر سچی محبت کا ہوا محبوب پر کتنا
جلا اک لحظہ پروانہ تو شب بھر شمع محفل کی

ہماری انکساری میں یہ دی تاثیر خالق نے
گلے سے جو ملی آکر ہوئی خم تیغ قاتل کی

کھلے گل اور مرجھائے رہا باغِ جہاں قائم
ہزاروں بلبلیں بولیں رہی شیون عنادل کی

برا ہو سخت جانی کا ہوئی تکلیف انکو بھی
تماشے کو نکل آئے جو تڑپی لاش بسمل کی

جناب وحید صاحب

مسرت عید کی ہی کشتگانِ ناز کو یارب — گلے ملتی ہے بڑھکر بسملوں سے تیغ قاتل کی

ہوائے تند و طوفاں سرشکِ غم کی جوشش ہیں — ٹھہرتی تا بکے آخر عمارت آب اور گل کی

خدا کے ساتھ آتا ہے بتوں کا ذکر شعروں میں — تقابل کر کے حق نے آبرو رکھلی ہے باطل کی

سیہ بختی میں بھی کوتاہیٔ تقدیر پیدا ہے — مری قسمت سے ملتی ہے سیاہی آپکے تل کی

خدا کے نور سے پرنور ہو جائے مرا سینہ — جلا کرتا رہوں ہر دم وحید آئینہ دل کی

جناب ایس وائی صاحب ہاشمی کرسچین کالج الہ آباد

دل آئینہ ہے تصویر ہے اک ماہ کامل کی — بھلا منہ آئے میری کیا حقیقت شمع محفل کی

وہ انداز ستم اس کو کہاں معلوم اے ہمدم — فلک بھی ایک ادنی سی زمیں ہے کوئے قاتل کی

کوئی تو سوزِ غم سے جل رہا تھا رات رو رو کر — کسی بیدرد کو منظور آرائش تھی محفل کی

یہی حالت رہی گر بحرِ غم میں جوششِ غم کی — اُڑا دونگا میں اک دن دھجیاں دامانِ ساحل کی

کھنچا جاتا ہے دل مقتل کی جانب خود بخود بیتا — غضب کی ہاشمی تاثیر ہے شمشیر قاتل کی

جناب اسد صاحب

الٰہی خیر ہو طوفانِ غم میں کشتیٔ دل کی — مجھے پھر کچھ ہوا بدلی نظر آتی ہے ساحل کی

مسلماں اور ہندو کچھ ہوں لیکن میری نظروں میں — رگ الفت سے وابستہ یہ دو قاشیں ہیں اک دل کی

زمیں ہموار کر دی کوچۂ معشوق کی اُس نے — بہت ممنون ہیں ہم سعیٔ اُن کے بسمل کی

سنا ہے ٹیکس لگ جائیگا اب واعظ کی داڑھی پر — کہ قیمت بڑھتی جاتی ہے زمیں سیر حاصل کی

نہ مفتی ہیں نہ قاضی ہیں بھلا ملا تو کہلائیں — سند ہم کو بھی ملجائے کہیں سے مد فاضل کی

ادھر دیکھو اسد واللہ تم خوب کہتے ہو تو — ذرا بتلاؤ تو یہ مشق کے فاقوں میں حاصل کی

... سے التماس ہے کہ غزلیات صاف وخوشخط اور کاغذ کے ایک ہی طرف تحریر فرما کر

مشاعرۂ کلکتہ

جناب رشید احمد صاحب تسکین بدایونی

ہیں شوقِ قتل میں تڑپوں یہی مرضی تھی قاتل کی
بڑی مشکل سے آساں آج اُس نے میری مشکل کی

کوئی یہ شوق دیکھے رہ نوردانِ محبت کا
کہ مارے ضعف کے بیٹھے ہیں لیکن دھن ہے منزل کی

مجھے تو روکتا ہے کوچہ گردی سے جو اے ناصح
کروں کیا جستجو بھی میں نہ اپنے گم شدہ دل کی

جنہوں نے قتلِ عاشق کے لئے سرگرم دیکھا ہے
وہ اب آکر ذرا دیکھیں پشیمانی بھی قاتل کی

شبِ فرقت سحر تک ایک الجھن سی رہی دل کو
جو زلفِ خم بہ خم یاد آئی اُس لیلیٰ شمائل کی

اشارہ تیغِ ابرو کا ہے کافی قتلِ عاشق کو
یہ زحمت کس لیئے۔ تلوار کیوں تم نے حمائل کی

نہ لاؤ نام منہ پر قیس و وامق کے فسانوں کا
کہانی تم اگر سن لو ہماری غمزدہ دل کی

ستمگر تیرے نازک دل کا مجھ کو پاس ہے ورنہ
دکھادوں میں ابھی تاثیر اپنے نالۂ دل کی

وہ گھبرا کر کسی کا اُٹھ کے پہلو سے چلا جانا
وہ بیتابی کسی ناشاد کی ارمان بھرے دل کی

نکالا آج اُس نے پھر مجھے یہ کہہ کر اے تسکین
ہوا آکر خلل انداز کیوں رونق میں محفل کی

جناب مولوی عبدالبدیع صاحب جذب

نہ دیکھی ہو تو دیکھو شکل تم مدِ مقابل کی
نظر آئیگی آئینہ میں صورت ماہ کامل کی

لگا کر کان سینہ پر مرے ظالم ذرا سن لے
نکلتی ہے صدا کیسی شکستِ شیشۂ دل کی

تمہاری گیسوئے شب گوں میں رنگ آمیز قدرت نے
سیاہی بخت سے لیکر مرے تھوڑی سی داخل کی

اجل سر پر کھڑی ہے اور وہ بھی پاس بیٹھے ہیں
عجب ہے کشمکش یارب گھڑی ہے سخت مشکل کی

تڑپنا تیرے بسمل کا تماشا تھا مگر قاتل
نگاہ واپسیں دیکھی نہ تونے ہائے بسمل کی

جناب نواب زادہ اے ایف ایم عبد الحفیظ صاحب حافظ کلکتہ

جو قسمت سے کسی دن اٹھ گئی شمشیر قاتل کی
نکل جائیگی اک چشم زدن میں آرزو دل کی

وہ دیکھیں آئینہ اور چوٹ جب کھائیں مقابل کی
تو پھر پوچھوں کہ اے سرکار کیا حالت ہے اب دل کی

کوئی پرساں نہیں اتنا کہ حالت کیا ہے بسمل کی
زبانِ خلق پر تعریف ہے بس دست قاتل کی

وہاں اب گاہے ماہے ناچ کا جلسہ بھی ہوتا ہے
سنا ہے آج شب کو بھی ہے محفل رقصِ بسمل کی

اب ان سے روز ٹیلیفوں میں باتیں مجھ سے ہوتی ہیں
ضرورت کیا ہے مجھ کو اب ذرائع اور وسائل کی

جو گذرا پہلی منزل سے ہوئیں سب منزلیں آساں
مصیبت سب سے ہوتی ہے زیادہ پہلی منزل کی

نہ شیشہ ہے نہ ساغر ہے نہ بادہ ہے نہ مطرب ہے
چلا میں گھر کو ساقی ایسی تیسی تیری محفل کی

مرے سینہ میں ہر دم تڑپتا ہے پھڑکتا ہے
مرے دل کی تڑپ گویا تڑپ ہے مرغ بسمل کی

کہا جب شیخ سے تو بھی ذرا پی لے تو وہ بولا
جزاک اللہ میرے یار تم نے اب کہی دل کی

نہ رکتی ہے نہ جاتی ہے نہ گھٹتی ہے نہ مٹتی ہے
تڑپ دل کی کھٹک دل کی خلش دل کی طپش دل کی

ہزاروں دوستوں نے لاکھ سمجھایا اُسے حافظ
کسی کی کچھ نہیں سنتا عجب حالت ہے اس دل کی

عالیجناب شمس العلماء خان بہادر مولانا محمد یوسف صاحب نجور جعفری مدظلہ

نہ کیوں آسان ہوں دشواریاں قطع مراحل کی
کہ پہنچاتی ہے منزل تک ہمیں دوری ہی منزل کی

نہیں یہ سخت جانی بے سبب اس وقت بسمل کی
کہ قوت آزمانا ہے اسے بازوئے قاتل کی

خبر بھی ہے تجھے اے قیس! اپنے خانۂ دل کی
نہیں لیلی ہے، ناحق جستجو ہے اس کے محمل کی

وہ آئینہ منگاتے ہیں تماشہ دیدنی ہو گا
چلیں گی دونوں ہی جانب سے اب چوٹیں مقابل کی

یہ کس گلزارِ خوبی کی سواری آنے والی ہے؟
چمن میں آج کیوں یہ دھوم ہے شورِ عنادل کی

گری ہے اس پہ جب تیری نگاہِ ناز کی بجلی
تڑپ شاید ہی اب تا حشر جائے تیرے بسمل کی

وہ سر سے پاؤں تک جکڑا ہی گیسوئے مسلسل میں
ترے دیوانہ کو حاجت ہی کیا طوق و سلاسل کی

سر محفل دل سوزاں کو میرے کیوں نہیں رکھتی
کہ اُسکے ہوتے کیا حاجت عزیز جاں شمع محفل کی

کہا جب میں نے عاشق ہوں بھویں وہ تانکر بولے
ٹھہر جاؤ کہ ملتی ہے سزا اس زعم باطل کی

دل اغیار کے خوش کرنے سے فرصت اُنہیں کب ہے
خبر وہ آہ! کیوں لینے لگے رنجور بے دل کی

دیگر

نہ نکلی ورطۂ اندوہ سے کشتی مرے دل کی
رہی دل ہی میں دل کی آرزو آغوش ساحل کی

چھری سی چل گئی اُس وقت خود چھاتی پہ قاتل کی
بوقت ذبح جب دیکھی نگاہ یاس بسمل کی

اُڑائے پھرتی ہی مجھ کو ہوائے شوق منزل کی
مجھے پروا ہی کیا دشواری قطع مراحل کی

بت مغرور نے آئینہ کو پتھر پہ دے مارا
نظر آئی جب اُس میں شکل اک مہ مقابل کی

اُدھر باد مخالف اور ادھر دریا میں طغیانی
نظر آتی نہیں اب خیر۔ اپنی کشتئ دل کی

اگر عاشق ادھر پیاسا ہے آب تیغ قاتل کا
تو پیاسی خون عاشق کی اُدھر ہے تیغ قاتل کی

ابھی تو کھیل سمجھا ہے۔ مگر۔ اے دل! انجام اکدن
جھنکائینگی کوئیں۔ یہ چاہ اُس زہرہ شمائل کی

کہیں کیونکر۔ کہ ہی کنج لحد میں اپنے تنہائی
کہ ہی مونس ہماری اس جگہ بھی یاد قاتل کی

مری جانب کیا کرتا ہے وزدیدہ نظر کوئی
نظر آتی نہیں اب خیر سینے میں مرے دل کی

سناتا ہوں اگر میں حال دل اُنکو تو کہتے ہیں
مجھے معلوم ہی ساری حقیقت آپکے دل کی

تمنائے وصال یار نے رنجور کو مارا
مٹا نقش وجود اُس کا ہوس ہیں نقش باطل کی

خدا کا دربار مشیروں سے پاک ہی

گر میں ہوں گنہگار وہ ہے غفار
عیبوں سے بھرا بھی ہوں تو وہ ہی ستار

کیوں [illegible] اگر پاؤں [illegible] مرے اے شیخ!
ہے پاک مشیروں سے خدا کا دربار

ابو الصواب جناب محمد حنیف علی صاحب رعب قریشی انصاری

گلستاں آفریں تھی گلفشانی خونِ بسمل کی
بہار رنگیں ہے رنگینی فضائے کوئے قاتل کی

نہ کام آئی عطا کوشی کسی کے فیض شامل کی
قسم کھاتی ہے ناکامی بھی میری سعیِ باطل کی

امید افزا ہے تمہید شہادت شوق بسمل کی
رگ گردن کے کھنچنے میں ادا ہے تیغ قاتل کی

خوشا میرے دل سوزاں کی بیتابی کا ہنگامہ
یہی اک شمع ہے گرمی ہے جس سے تیری محفل کی

کمالِ عشق نے آئینہ داری حسن کی پائی
نہ میری طرز خودبینی نہ حیرانی مرے دل کی

خدا کے واسطے اے سخت جانی کیا قیامت ہے
کہ مجھ سے روٹھی جاتی ہے نزاکت میرے قاتل کی

ہوئے چپ داغہائے دل کا جلوہ دیکھنے والے
کہاں میرے گلستاں میں نوا سنجی عنادل کی

تری راہ طلب میں جز طلب مطلب نہیں اپنا
بھلایا دل سے منزل کو خوشی نے قطع منزل کی

مرا رنگ خموشی ہے کہ اک آئینۂ حیرت
مری بزم تصور ہے کہ تصویر اس کی محفل کی

مبارک جوش سرگرمی ہر لئے خرمن اندوزی
چمکنے کو ہے قسمت آرزوئے برق حاصل کی

نمائش ناز کی اور آئینہ پیشِ نظر رکھ کر
کوئی دیکھے کشش تجھ سے ترے مدِ مقابل کی

اٹھے پردہ کہیں ٹوٹے طلسم پیکرِ ہستی
حجاب حق ہیں رنگ آمیزیاں اس نقش باطل کی

تماشا تھا ہری حیرت نظارہ کا عالم
مجھے اٹھوا کے رونق تو نے کھو دی اپنی محفل کی

نہیں دشوار چنداں قید آب و گل سے چھٹ جانا
تن آسانی ہے سد راہ اپنی حلِ مشکل کی

ترے غم نے کیا ہے نعمتِ کونین سے فارغ
بھلا کیا تجھ سے مانگے سیر چشمی تیرے سائل کی

جناب رعب کی تقدیر اور تجھ تک پہنچ جانا
کرم ہے نا قص کا عنایت شوق کامل کی

دکھائی ہم نے گر تاثیر آہ و نالۂ دل کی
رہیگی پھر نہ بنیاد آسمانِ ہفت منزل کی

لئے جاتے ہیں دنیا سے تمنا وصل قاتل کی
ہماری جان نکلی پر نہ نکلی آرزو دل کی

پڑا تھا ہاتھ کیا اوچھا ترا اے قاتلِ عالم
کہ مرتا ہے نہ جیتا ہے عجب حالت ہے بسمل کی

نہ بر آئیں نہ نکلی ہیں نہ نکلیں گی کسی عنوان
تمنائیں مرادیں آرزوئیں حسرتیں دل کی

جو آتے ہو تو آجاؤ خدارا اب نہ تڑپاؤ
ہجوم شوق و ارماں میں عجب حالت ہے اب دل کی

رہائی بعدِ مردن عشق سے ہم کو ہوئی رضوان
بڑی مشکل سے طے آخر کو ہمنے سخت منزل کی

جناب عبد القدیم صاحب جعفری قدیمؔ اردو اسسٹنٹ بورڈ آف اگزامنرس کلکتہ

یہاں شوقِ شہادت میں ہے حالت غیر بسمل کی
وہاں ہوتی ہے صیقل آج تک تلوار قاتل کی

تنِ بے دل ہو پیوندِ زمیں کوچۂ دلبر
خداوندا بس ہر دن یہ نکلے آرزو دل کی

قدم راہ محبت میں نہیں کچھ کھیل ہے رکھنا
خبر ہے حضرتِ دل آپ کو دوری منزل کی

کمالِ حسن پر ہے ناز بیجا مہ جمالوں کو
بگڑ جاتی ہے دو ہی دن میں صورت ماہِ کامل کی

شناور بحرِ الفت کا اُسے کہتے ہیں ہم اے دل
تلاطم میں کبھی جس کو یاد آتی ہو نہ ساحل کی

حسینوں کی محبت ہی کرے کیوں کوئی اے ناصح
دلِ بیتاب میں طاقت اگر ہو ضبط کامل کی

کبھی تیرِ نظر برسے ۔ کبھی تیغِ ادا چمکی
رہے سرسبز یوں قاتل زراعت زخمِ بسمل کی

ذرا خود سر نے کھائیں ٹھوکریں لاکھوں زمانہ میں
مگر غفلت وہی ہے آج تک بدمست غافل کی

بلاتے ہو قدیمؔ خستہ کو پھر بزم عشرت میں
طبیعت بدمزہ کردے نہ رو کر اہلِ محفل کی

مرزا مقبول حسین صاحب مقبولؔ کلکتوی تلمیذ جناب نشترؔ چھپروی

نہ نکلی دل سے یاد اے حور پیکر تیری محفل کی
بہارِ باغِ جنت دیکھکر وحشت بڑھی دل کی

تمہیں کو چاہتا ہوں میں تمہیں پر جان دیتا ہوں
بگڑ جاؤ کہ خوش ہو بات منہ پر آگئی دل کی

مدد دے جذبۂ وحشت کہ صحرا یاد آیا ہے
اب اُٹھ سکتی نہیں ہیں پاؤں سے کڑیاں سلاسل کی

تسلی کے لئے تم نے تو رکھا ہاتھ سینہ پر
یہاں پہلے سے بھی کچھ بڑھ گئیں بیتابیاں دل کی

تجھے بھی کر دیا ہے آئینہ کے عکس نے حیراں
بڑھی ہیں شوخیاں تجھسے بھی کچھ تیرے مقابل کی

بہانا اشکِ غم اور سوزِ رشکِ غیر سے جلنا
تری محفل میں قسمت ہم نے پائی شمعِ محفل کی

مرا مولا ہے جب مشکلکشا اپنے غلاموں کا
تو پھر کیا فکر اے مقبول مجھ کو حل مشکل کی

جناب سید حیدر حسن صاحب نشاط امروہی از کلکتہ

صفِ مژگاں کے آگے کیا حقیقت ایک لشکر کی
لڑائی کا مزا جب ہے کہ چوٹیں ہوں مقابل کی

وہ کیا جانے کہ نکلی یا نہ نکلی جان بسمل کی
ابھی نامِ خدا ہے ابتدائے مشق قاتل کی

نہیں کرتے کبھی پوری وہ کوئی آرزو دل کی
مگر ہے بددعا اُسکو کسی درویش کامل کی

سب اُس کو دیکھتے ہیں مجھسے یہ دیکھا نہیں جاتا
الٰہی کیونکر آنکھیں بند کر دوں اہلِ محفل کی

نہ آنا تھا دمِ رحلت بھی میرے پاس جب اُنکو
تو پھر کیوں وعدہ کرکے مفت کھوئی میری منزل کی

جنابِ شیخ کا بھی دل بھر آیا۔ انتہا یہ ہے
غمِ پیرِ مغاں میں دخترِ رز اس طرح بلکی

بہت ہی منہ بنایا۔ کہہ دیا جاہل اگر میں نے
تو ہی انصاف کرنا شیخ کہ یہ باتیں ہیں عاقل کی

نماز و روزہ سے انکار کس کافر کو ہے زاہد
مگر مہلت بھی دے ہم کو کہیں کثرت مشاغل کی

اثر دیکھے تو لیلیٰ دشت میں مجنوں کی وحشت کا
بنی ہے سرمۂ چشمِ غزالاں گرد محمل کی

نہ منہ آ شیخ کے اے دخترِ رز کیا ہو گیا تجھکو
نہ وہ تیری برابر کا نہ تو اُس کے مقابل کی

سوارِ کشتیِ عمرِ رواں کچھ ایسے غافل ہیں
نہ اندیشہ ہے لنگر کا نہ اُنکو فکر ساحل کی

مقید کر دیا صیاد نے فصلِ بہاری میں
کلیجہ شق کیے دیتی ہیں آوازیں عنادل کی

نہیں آرام دم بھر کو۔ بھلا کیا لطف اے زاہد
اگر اتنی ریاضت کرکے جنت تو نے حاصل کی

نشاط اُس سے نہیں دشوار کچھ تیری طرح اکدن
[illegible] مشکل کی

کلام وحشت

جناب مولانا رضا علی صاحب وحشت از کلکتہ

یقینِ نامرادی پر بھی حالت ہو وہی دل کی
تمہیں سے چاہتا ہوں داد اپنی سعیِ باطل کی

توجہ کے جو قابل ہو حقیقت کیا مرے دل کی
تری برقِ نظر کو جستجو ہے کس کے حاصل کی

کیا ہے مجھ کو بےحس تو نے اے افسردگی دل کی
نہ غم ہے بعدِ منزل کا نہ عشرت قربِ منزل کی

کہا کس نے کہ پابندِ ادب اے شوق ہو جانا
یہی آخر ہوا دل میں تمنا رہ گئی دل کی

تلاطم تھا بہت موجیں بہا کر لے گئیں مجھ کو
وگرنہ آرزو تھی کس قدر دشمن کو ساحل کی

مری ہستی کی کیا ہستی مگر اے دیدۂ بینش
ذرا رنگینیاں تو دیکھنا اس نقشِ باطل کی

قدم اٹھتے نہیں بیتابانہ نظریں بھی پریشاں ہیں
خبر دیتی ہے خود بیتابیِ دل قربِ منزل کی

بچانا چشمِ بد سے اے خدا اس شمعِ محفل کو
نظر پڑتی ہے اس پر ہر طرف ہی اہلِ محفل کی

ہمارا نالہ موزوں ہے جس کو شعر کہتے ہیں
غزل کی شکل میں ہوتی ہے وحشتؔ گفتگو دل کی

مشاعرہ اٹاوہ

جناب چودھری بنسی دھر صاحب بہار فوٹوگرافر تلمیذ جناب ناطق

نہ کیوں آنسو بہائے خون کے تلوار قاتل کی
عجب کچھ ہو گیا ازخود نشاں حالت ہے بسمل کی

زکوٰۃ حسن بوسہ دو یہی ہے آرزو دل کی
کرو پھر خدا پوری تمنا اپنے سائل کی

قسم ہے سخت جانی تجھ کو اُس دست نازک کی
نہ وقت قتل ہو ٹوٹے کہیں شمشیر قاتل کی

درم ہے داغ دل آنسو ہیں لعل لخت دل
محبت میں یہی ہے لے دے کے لذت ہمنے حاصل کی

سنگھاؤ لخلخہ ہر وقت اُسکی زلف مشکیں کا
یہی تدبیر ہے چارہ گرو بیمار غافل کی

یہ مقتل بزم ہے وہ تشنہ لب جاتی ہے تو قاتل
بجھا دے جلد آب تیغ سے اب پیاس بسمل کی

جو وہ خنجر بکف نکلا تو پہنچے سر بکف ہم بھی
چلو بڑھکر چلیں سیر دیکھیں کوچے قاتل کی

جناب راضی زبیری مارہروی

کبھی جو وہ سنیں تو ہم سنائیں داستاں دل کی
نہایت بے بسی کی کشمکش کی سخت مشکل کی

تحمل بھی تو ہم میں صبر بھی کرتے ہیں سختی پر
صفت اتنا سوا ہے اور کیا انسان کامل کی

ہمارا قلب اک رشک قمر کا ہے جلوہ خانہ
فلک توصیف کیا کرتا ہے جیسے ماہ کامل کی

کبھی سکے نالہ و شیون ہمیں کیا یاد آئے ہیں
گلوں پر دیکھتے ہیں جب کبھی شورش عنادل کی

ہمارا قتل بھی اُن کے لئے گویا تماشہ ہے
وہ کہتے ہیں تڑپ ہم بھی ذرا دیکھینگے بسمل کی

بڑھا ہے شوق میرا جا کے اب انکے تغافل سے
الٰہی خیر چوٹیں آ پڑی ہیں یہ مقابل کی

سوار کشتی طوفان کا وہ ڈوبنا اچھا
کہ منت سر پہ ہو اُس کے سبکساران ساحل کی

خدا ہی جانے اس رنجش کا کیا انجام ہونا ہے
ہوئی ہے ترک اب تو رسم بھی رسل و رسائل کی

نشان ناقۂ لیلیٰ اگر مجنوں کو مل جاتا
تو پھر عالم میں یہ شہرت کبھی ہوتی نہ محمل کی

جناب مولوی غفور بخش صاحب شیدا ہیڈ ماسٹر انجمن ہدایت الاسلام اٹاوہ

یہی ہر دم دعا ہے ہر دہانِ زخم بسمل کی — خدا رکھے اسے کیا بات ہے شمشیر قاتل کی

کروں عرضِ تمنا کیوں میں اپنی بات کیوں کھوؤں — کبھی مانی ہے جو اب مان لوگے تم مرے دل کی

وہ دم لے آہ۔ ہاں لے سوزِ دل اتنا اثر دکھلا — دہی ہو ان کے دل کی بھی جو حالت ہے مرے دل کی

تمہیں ہو مدعا اس کا تمہیں سے مانگتا ہے وہ — تمہیں پوری کروگے آرزوئیں اپنے سائل کی

خدا وہ دن کرے سیراب ہوں میں اسکی پانی سے — چمکتی ہے مری آنکھوں میں بجلی تیغ قاتل کی

ترا حرفِ تسلی تھا، کہ نشتر تھا، کہ جادو تھا — بڑھا دیں اور بھی بیتابیاں حد سے سوا دل کی

پھرینگے جب ہمارے دن ہمیں وہ خود بلا لیں گے — ضرورت کچھ نہیں تقدیر کے آگے وسائل کی

یہ اُن کی مہربانی ہے یہ میری بدنصیبی ہے — مجھے سکتہ ہے اور وہ پوچھتے ہیں آرزو دل کی

نوید موسمِ گل سے بھی جی اب خوش نہیں ہوتا — قفس میں رہتے رہتے سب اُمنگیں مٹ گئیں دل کی

وہ کیوں اُٹھے تری در سے۔ وہ کیوں جائے کہاں جائے — کریگی یہ گوارا کب حمیت تیرے سائل کی

یہ اچھی دوستی تمنے بنا ہی اپنے شیدا سے — قیامت کی۔ مٹا دیں سب اُمیدیں یکقلم دل کی

جناب منشی محمد اسمعیل صاحب طاہر نگینوی

غبار آسا اُڑائے پھرتی ہے وحشت مجھے دل کی — بگولا بن کے جاتا ہوں گلی میں اپنے قاتل کی

نہ جائے یا الٰہی تا قیامت یہ طپش دل کی — نشانی سینۂ سوزاں میں ہے یہ میرے قاتل کی

نکلنے کو تو نکلیگی کسی دن آرزو دل کی — ستم توڑھا رہی ہے بیرخانی آج قاتل کی

الٰہی موت آئے یا کہ جائے بیکلی دل کی — کوئی صورت تو پیدا ہو ہماری حلِ مشکل کی

تجلی وادیٔ ایمن کی ہے اے موسیٰ لگی دل کی — حقیقت کیا ہے سوزِ دل کے آگے شمع محفل کی

تجھے معلوم کیا ہے لذتِ عشقِ بتاں واعظ — کوئی مجنوں سے پوچھے منزلت لیلی کے محمل کی

غرورِ حُسن یاں تم کو اجازت گر نہیں دیتا
مری جاں حشر میں تو تم سنو گے اپنے بسمل کی

اُنہیں ہی عشق گل میں بھی نثار روئے زیبا ہوں
چلو اب خوب گذریگی ہماری اور عنادل کی

بہ بحرِ عشقِ بے پایاں دل افگندیم بسم اللہ
خدا ہی آبرو رکھے تو رکھے جذب کامل کی

خدا جانے جنوں میں بک رہا ہوں آج میں کیا کیا
یہ دیوانہ کی بڑ ہے یا تعلی مرد عاقل کی

ہجوم آرزو ہے شوق وصل دید دلبر میں
بلائیں لیتی ہیں نظریں کسی لیلیٰ کی محمل کی

صبا جاکر در روضہ پہ اتنا عرض کر دینا
خبر لیجے خدارا یا نبی گم کردہ منزل کی

بلالے تیری صدقے اپنے دیوانہ کو یثرب میں
کٹے کچھ تو مصیبت کچھ تو نکلیں حسرتیں دل کی

تمہیں کہتے ہو لاتقنطو تمہیں اغماز کرتے ہو
نکلنے کیوں نہیں دیتے ہو حسرت اپنے سائل کی

تصدق روئے انور کے چھپا لو اپنے دامن میں
ردائے پاک مجھ کو بھی اُڑھا دو تم مزمل کی

زہے اے شورِ غم تو سمعۂ محبوب تک پہنچا
خوشا اے آہ کیا اچھی رسائی تو نے حاصل کی

خدا شاہد غلام سید السادات ہے طاہر
خدا نے جس کی خاطر آیۂ تطہیر نازل کی

جناب منشی احمد حسین صاحب قمر بریلوی تلمیذ جناب بیخود دہلوی جانشین داغ

نہ چھوڑیگا مجھے نیت کہے دیتی ہی قاتل کی
خطائے ضبط دل جرم وفا ہیں اور شامل کی

اُٹھالو آئینہ۔ آؤ اِدھر۔ رُخ سے نقاب الٹو
دکھادیں لاؤ اک تصویر تم کو حسن کامل کی

وہ کانپے ہاتھ۔ آئینہ گرا۔ وہ لیجے غش آیا
وہ دل پر چوٹ کھائی آئینے مد مقابل کی

جو آئینہ میں ہی تیری طرح مغرور ہی وہ بھی
ذرا سنبھلے ہوئے رہنا یہ چوٹیں ہیں مقابل کی

جسے دیکھو وہ ہی دشمن نظر آتا ہے مجنوں کا
غبارِ دشت پردہ داریاں کرتا ہے محمل کی

تمہیں تو کیا کہوں واعظ تمہاری عقل پر رووں
کہیں حوریں بھی ہوتی ہونگی اس شکل و شمائل کی

نزے فانو کی کب بھی چارہ گر دیوانگی میری
محبت ہوگئی ہی خود مرے دل کو سلاسل کی

[illegible] / بھی دیا ہے [illegible] تمنا [illegible] دل کی

ذرا بچتے ہوئے دیکھو تماشا تم تڑپنے کا
ہٹو اب دور تک آئینگی چھینٹیں خونِ بسمل کی

قمر کے نقشِ پا کا بھی پتہ دیتا نہیں صحرا
لگی ہٹی ٹھکانے کیا کہیں گم گردہ منزل کی

جناب شوکت حسین صاحب مفتوں اٹاوہ

ابھی ٹپکی کچھ گلے پر جب پڑی تلوار قاتل کی
نگاہِ یاس تکتی رہ گئی حسرت سے بسمل کی

تعجب کیا نچھاور جان کو عشاق کرتے ہیں
بلائیں جب قضا لیتی ہے تیغ دستِ قاتل کی

کیا گھر سینۂ صد چاک میں ہے کس کے ناوک نے
کسی پہلو سے جاتی ہی نہیں یارب کھٹک دل کی

نہیں خالی اثر جاتا ہے پروانوں کے جلنے کا
جلا کرتی ہے دل ہی دل میں شب بھر شمعِ محفل کی

نہیں ممکن۔ اثر ہو کچھ نہ میری بیقراری کا
انہیں لے آئیگی خود۔ دیکھنا مجھ تک کشش دل کی

گرفتارِ بلا ہے دامِ گیسوئے مسلسل سے
ترے دیوانہ کو حاجت نہیں طوق و سلاسل کی

بلائیں آپ یثرب میں شہا اب اپنے مفتوں کو
یہی میری تمنا ہے یہی ہے آرزو دل کی

جناب مولوی حمید الدین صاحب اختر الحسینی از بھوپال

یہ کیوں محوِ تماشا ہے نگاہِ ناز قاتل کی
پسند آئی ہیں کیا اسکو ادائیں رقصِ بسمل کی

پسند آئی ہے جب سے شکل اُس زہرہ شمائل کی
ہوئی حالت خراب اسوقت سے ہمدم مرے دل کی

تمہی پر بس نظر پڑتی ہے سب کی بزمِ خوباں میں
خدا رکھے تمہارے دم سے ہی رونق ہے محفل کی

گلے ملتے ہیں پھولوں سے نہیں کچھ خوف کانٹوں کا
یہ شوقِ وصل میں جانبازیاں دیکھو عنادل کی

ستا زیادہ نہ ظالم دردمندانِ محبت کو
کہ پر تاثیر ہوتی ہے دعا مظلوم کے دل کی

مجھے اے جذبِ الفت رہنما تک تو ہی پہنچا دے
بھٹکتا پھر رہا ہوں راہ میں بھولا ہوں منزل کی

خدنگِ ناز کے آتے ہی ہل چل مچ گئی سب میں
گئے دل لٹ کے رخصت ہو گئی ہیں حسرتیں دل کی

مجھے ڈر ہے کہیں اب فتنۂ محشر نہ برپا ہو
نظر بدلی ہوئی ہے آج اُس سفاک قاتل کی

کلام غیر طرح

پر کترنے کو لگی ہیں قینچیاں دیوار پر

جناب منشی ظہور الحسن خاں صاحب اظہر شاگرد جناب برباد مرادآبادی

ہنس کے کہتا ہے دہانِ زخم تن ہر وار پر
لاکھ سر صدقے کروں قاتل تری تلوار پر

جب کہا فقروں میں رکھتے ہو تو یوں ہنسکر کہا
یہ وہ فقرے ہیں کہ چلتے ہیں ہر اک ہشیار پر

روز ہے کیسا تمہیں یہ شکوۂ دردِ جگر
ہو گئے ہو تم بھی شیدا کیا کسی عیار پر

خرمنِ ہستی مری کیا برقِ غم نے پھونکدی
بجلیاں اک دن گرینگی خانۂ اغیار پر

باغباں یہ بھی شگوفہ خالی از علت نہیں
رکھ دیئے ہیں آج منہ سارے گلوں نے خار پر

غیر کا کہنا کبھی ٹلتا نہیں ٹلتا نہیں
میں کہوں گر کچھ تو آمادہ ہوں وہ تکرار پر

مجھ کو فردائے قیامت پر بھی ٹالو غم نہیں
زیست ہے میری تمہارے روز کے اقرار پر

میری چاہت نے اُسے مشہورِ عالم کر دیا
اشتہارِ عشق چسپاں ہیں در و دیوار پر

دیکھئے ہنگامِ کشتن کیا نئے ساماں ہیں
تیر پر ہے تیر اور تلوار ہے تلوار پر

حشر اُٹھتا ہے وہ جب جاتا ہے بزمِ غیر میں
فتنے ہوتے ہیں تصدق یار کی رفتار پر

ایک دو باتیں بنا کر اُس کو راضی کر لیا
خوب چکمہ چل گیا اظہر بتِ عیار پر

جناب مولوی غفور بخش صاحب شیدا ہیڈ ماسٹر مدرسہ انجمن ہدایۃ الاسلام اٹاوہ

ملے جھک کر اگر یہ تیغِ قاتل کی تمنا ہے
تو بسم اللہ کیا کہنا یہی دل کی تمنا ہے

گلے اُس سے ملے یہ تیغِ قاتل کی تمنا ہے
کرے وہ جان کو قرباں یہ بسمل کی تمنا ہے

کیا ہے قید اے صیاد ظالم موسمِ گل میں
ملائی خاک میں تو نے عنادل کی تمنا ہے

لگا وہ ہاتھ اے قاتل کہ دل کا حوصلہ نکلے
اس اوچھے وار سے بیچین بسمل کی تمنا ہے

[illegible] ہیں [illegible] ہوں
نہ آنکھوں [illegible] دیدارِ قاتل کی تمنا ہے

جناب خضر سے بھی ملتفت اصلا نہیں ہوتا
نہیں معلوم کیا گم کردہ منزل کی تمنا ہے

نہیں کرتا توجہ کوئی بیچارے کے رونے پر
کوئی پرساں نہیں کیا شمع محفل کی تمنا ہے

بنے تو شمع محفل اہل محفل تیرے پروانے
یہی سب اہل محفل اور محفل کی تمنا ہے

نہ آنکھوں سے نہاں ہو تم نہ پہلو سے جدا ہو تم
یہی آنکھوں کی خواہش ہے یہی دل کی تمنا ہے

نہ آئے آبرو پر حرف یہ ہے عقل کی خواہش
ذلیل و خوار ہو یہ عشق کامل کی تمنا ہے

وہ کہتا ہے گلا خود کاٹ لو اور نام ہو میرا
زمانہ سے نرالی میرے قاتل کی تمنا ہے

دم آخر ہو اُس کا نام لب پر دل میں یاد اُسکی
یہی ہے آرزو دل کی یہی دل کی تمنا ہے

اُنہیں خواہش بلائے وہ مجھے ارمان وہ خود آئیں
نہ جائے بات جذب دل مقابل کی تمنا ہے

سمجھ لو سوچ لو تم دلمیں مطلب اپنے شیدا کا
تجاہل سے نہ پوچھو کیا ترے دل کی تمنا ہے

عالیجناب پرنس نوشیرواں جاہ بہادر عادل از کلکتہ

نہیں یہ خاکِ پائے قاتلِ بے پیر چھٹکی ہیں
چلے ہم لے کے کوچہ سے تری اکسیر چھٹکی ہیں

اُٹھائی جب مصور نے تری تصویر چھٹکی ہیں
مثالِ شمع پیدا ہو گیئی تنویر چھٹکی ہیں

مسل ڈالے ہیں تو نے سیکڑوں دل آن واحد میں
کہاں سے آئی یہ طاقت بتِ بے پیر چھٹکی ہیں

قیامت کی کشش ہے اے پری گفتار میں تیری
مقابل جو ہوا اُس کو کیا تسخیر چھٹکی ہیں

لگی اک آگ سینہ میں پھنکا دل رشک کے مارے
چلا مانی لیے جب یار کی تصویر چھٹکی ہیں

عروجِ آہ سے میری ہوئے ہیں اسقدر خائف
ملک تھامے ہوئے ہیں عرش کی زنجیر چھٹکی ہیں

افاقہ غش سے ہوتے ہی ہوئی پیغمبری حاصل
پھری کیا حضرت موسیٰ کی بھی تقدیر چھٹکی ہیں

توجہ گر ذرا بھی ہو تجھے اے غیرت عیسیٰ
مری صحت کی ہو جائے ابھی تدبیر چھٹکی ہیں

قیامت کی ادا سے آئے ہیں وہ قتل عادل کو
کماں ہے دوش پر ترکش کمر میں تیر چھٹکی ہیں

جناب منشی رفیق [illegible] خاں صاحب رفیق [illegible] [illegible]

خامشی آٹھ پھر کیوں یہ رہا کرتی ہے — کس لئے آپ نے بیساختہ پن چھوڑ دیا

ہائے کس وقت وہ آئے ہیں عیادت کیلئے — جب مری روح نے گھبرا کے بدن چھوڑ دیا

پھر تو آرام سے سونا مجھے حاصل ہوگا — میں نے گر عشقِ بتِ سیم بدن چھوڑ دیا

خاک تھا خاک میں ملجائے نہ ہوتا کیوں خاک — جسمِ لاغر نے بسِ مرگ کفن چھوڑ دیا

اب نہ وہ مجھ پہ کرم ہے نہ عنایت کی نگاہ — دفعتًا تو نے تو اے عہد شکن چھوڑ دیا

تجھ کو چھوڑینگے سلامت نہ کبھی نالۂ دل — گر مری آہ نے اے چرخِ کہن چھوڑ دیا

اے رفیق آتے نہ ہرگز کبھی راولپنڈی — ہم نے بے مہریِ گردوں سے وطن چھوڑ دیا

جناب منشی ممتاز حسین صاحب ممتاز شاہجہانپوری مقیم پونہ از بزم سخن راولپنڈی

صرف اپنے دل بیتاب کے بہلانے کو — جاتا ہوں کوچۂ قاتل کی ہوا کھانے کو

شہر میں چین نہیں ملتا ہے دیوانے کو — جاکے آباد کرے گا کسی ویرانے کو

رخت ہستی نہ کرے چاک کہیں وحشت میں — رشتۂ زلف سے کس دیجئے دیوانے کو

رشتۂ زلفِ مسلسل میں تو جکڑا ہے مجھے — کس لئے آئے ہیں پھر بڑ[illegible] پہنا[illegible]

ہے بقا راہِ محبت میں فنا ہو جانا — زندگی کہتے ہیں اس طرح سے مرجانے کو

شمع کی آتشِ الفت نے جلا کر کیا خاک — ایک لمحہ بھی [illegible] یا پروانے کو

غمگسار اور تو کوئی بھی نہیں فرقت میں — یا درد تیرا دل میرا بہلانے کو

میری جان آپ کو اللہ سلامت [illegible] — مرنے دو اُن کو جو ہیں آپ پہ مرجانے کو

دوش پر بار [illegible] ما پھرتا ہے — خاک میں مل کے ملا اوج یہ دیوانے کو

[illegible] کے رنج و الم سے مرا قصہ ہو پاک — جلد آجائے جو کہتی ہے قضا آنے کو

وصل کی شب بھی ممتاز خوشی سے گذری — اب کوئی دم میں ہے فرقت کی بلا آنے کو

[illegible] تو شکوہ بتاں کیوں ہو
جو الفت ہو [illegible] جہاں کیوں

سبب اس کا نہیں کھلتا ہوئی ہی کیا خطا مجھ سے
بتاؤ تو سہی ناراض مجھ سے میری جاں کیوں ہو

مجھے محفل میں اپنی دیکھ کر بولے تجاہل سے
تمہارا کام کیا ہے آج تم بیٹھے یہاں کیوں ہو

ادھر ہم سخت جاں ہیں اور اُدھر مانع نزاکت ہے
رگِ گردن پہ میری خنجر قاتل رواں کیوں ہو

کوئی دم بھی نہ بیتابی ہمیں جب چین لینے دے
تو پھر اپنا یہ رازِ عاشقی برکت نہاں کیوں ہو

جناب قاضی محمد ظہیر الدین صاحب ظہیر میرٹھی تلمیذ جناب اثر و مضطر

جو الفت ہے تو پھر اندیشۂ سود و زیاں کیوں ہو
جو پہلو دل سے خالی ہو تو پھر قالب میں جاں کیوں ہو

کھنچے ہو کس لئے آزردہ مجھ سے میری جاں کیوں ہو
گلے لگ جاؤ، بس جانے دو آخر بدگماں کیوں ہو

نظر سے چھپ کے تم دل میں رہا کرتے ہو بے پردہ
جو تم پردہ نہیں کرتے تو پردہ درمیاں کیوں ہو

بنایا گر نہ تم نے میرے خط کو نقشِ رسوائی
تو بتلاؤ یہ رازِ آخر جہاں میں پھر عیاں کیوں ہو

مکرر سن رہے ہو اور پھر نفرت بھی کرتے ہو
بُری ہے داستاں میری تو محوِ داستاں کیوں ہو

تھکے بازو تو جھنجلا کر اُٹھے اور پھینک کر خنجر
وہ کہتے ہیں کہ توبہ کوئی اتنا سخت جاں کیوں ہو

مزا اُس دید بازی کا ہے جو ہو ظاہر اور باطن
تصور میں عیاں تم ہو تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو

تصور میں جو اُن سے خواہشِ دل کو کیا ظاہر
تو فرمایا تصور بھی ہمارا رازداں کیوں ہو

ظہیر اچھی غزل لکھی عدیم الفرصتی میں یہ
ہیں کافی شعر اب تم مائلِ طولِ بیاں کیوں ہو

جناب محمد عابد علی صاحب عابد تلمیذ حضرت تجر از بزم سخن راولپنڈی

اسیرِ حلقۂ گیسو جہاں میں شادماں کیوں ہو
خدا جب عیش دے تو آنکھ سے آنسو رواں کیوں ہو

ستم کا ایسی بھولی بھولی صورت پر گماں کیوں ہو
کوئی کیونکر کہے بیدادگر جانِ جہاں کیوں ہو

اُٹھے شمشیر کیوں مقتل میں میرا امتحاں کیوں ہو
جو خود نازک ہو اُس کے ہاتھ سے خنجر رواں کیوں ہو

نرالے آپ کے عشوے ہیں انوکھے ناز نکلے ہیں
وہی ایسے نہوں تو روز خونِ عاشقاں کیوں ہو

[illegible]

ہماری طرح سے یہ غمزدہ تم کو بھی کردیگا
ہمارا دل اُڑا کر دل ہی دل میں شادماں کیوں ہو

نہوگی مے تو چشمِ مستِ ساقی مست کر دیگی
کوئی مے کے لئے منت کشِ پیرِ مغاں کیوں نہ ہو

زمانہ جانتا ہے بت ہوا کرتے ہیں پتھر کے
کوئی آگاہ ہو کر مائلِ حسنِ بتاں کیوں ہو

ملے دم بھر میں پیدا ہو کے طفلِ اشک مٹی میں
جوانی جس کی قسمت میں نہو پھر وہ جواں کیوں ہو

یہ باتیں پیار کی کرتے ہو کیوں میدانِ محشر میں
مجھے اس بات کی حیرت ہے ایسے مہرباں کیوں ہو

جو اُن کو مہرباں پا کر کہا دیدار کب ہو گا
کہا ناداں ہوا ہے عرصۂ محشر یہاں کیوں نہ ہو

فلک ظالم پُرانا اور تم ہو نازنیں کم سن
مگر جور و جفا میں ہم خیالِ آسماں کیوں ہو

ہوئے ہیں جتنے صدمے ہجر میں سب بھول جاؤنگا
اگر وہ مجھ سے اتنا پوچھ لینگے ناتواں کیوں ہو

جنابِ ہجر سے فخرِ تلمذ مجھ کو حاصل ہے
جُدا اُس رنگ سے عابد مرا طرزِ بیاں کیوں ہو

جناب بابو عبدالرشید صاحب برگؔ پشاوری از بزم سخن صدر راولپنڈی

ترے دل میں کہاں سے آگئی تاثیر پتھر کی
دہن نازک، زباں نازک مگر تقریر پتھر کی

خدا کا گھر بنانا ہے بتوں کو دل میں رکھتا ہوں
یہ سنتا ہوں کہ پختہ ہوتی ہے تعمیر پتھر کی

بتو! دو ہی جگہ ہیں ایک کعبہ ایک میرا دل
جہاں پر حد سے بڑھ کر ہوتی ہے توقیر پتھر کی

ہمارے صاف دل میں جم گیا نقشہ کسی بت کا
اُتر آئی ہے آئینہ میں یہ تصویر پتھر کی

مرے مرقد پہ آئے اور رکھا سنگ تربت کو
زہے قسمت زہے طالع زہے تقدیر پتھر کی

بہت کی جبہہ سائی پر مٹا لکھا نہ قسمت کا
میری تحریر پیشانی بھی ہے تحریر پتھر کی

نصیبوں میں ہمارے برگؔ بس پتھر ہی پتھر ہیں
ملی ہے آج دیکھو طرح بھی بے پیر پتھر کی

شریعت و طریقت

جناب قاضی محمود الحسن صاحب محمود اسرائیلی کوئٹہ

ہوکے آزردہ شریعت نے طریقت سے کہا
تجھ سے تھی گرمیٔ ہنگامۂ بازارِ شہود

موجبِ فخر تھی میرے لئے ہستی تیری
مایۂ ناز تھا مذہب کے لئے تیرا وجود

شاخِ پُرگل کی طرح خامہ گلریز مرا
تیرے ہی ذوق سے اک عمر رہا سر بسجود

ظلمتِ جہل کو تنویر "ترا تارِ نفس"
بستر مکنوں کو ترا نقشِ قدم "باب کشود"

مرے انجام میں آغاز چھلکتا تھا ترا
یعنی تھی غازۂ رخسار مرا تیری نمود

کیوں ترے طرزِ تغافل کی نہ ہوں شکوہ گذار
کہ ہوا جاتا ہے وہ رشتۂ الفت مفقود

طالب "مزد" نہ تھی ہمت عالی تیری
صرف مقصودِ حقیقی ہی تھا تیرا مقصود

نکہت غنچۂ توحید کی آتی تھی مہک
تیری محفل میں کہاں تھا اثرِ عنبر و عود

اب نہ وہ کرخی و جیلانی و شبلی و جنید
اب نہ ادہم کوئی باقی نہ نظامی موجود

اب نہ وہ بزم نہ وہ شمع شبستاں باقی
نہ وہ ساقی نہ وہ ساغر نہ وہ دورِ مسعود

ہمتیں پست ہوئیں تیرے طلبگاروں کی
ہوگیا ذوقِ عمل صورت عنقا مفقود

رنگ دکھلانے لگی نفس پرستی کی ہوس
طبع آزاد ہوئی مائل اوہامِ ہنود

آہ جس دین نے انسان کو آزاد کیا
آہ اس دین میں آتی ہیں نظر آج قیود

آہ جس دین نے دی خلق کو باطل سے نجات
آہ جس دین نے کیں شرک کی راہیں مسدود

ڈالی اس دین میں اصنام پرستی کی بنا
آہ اس دین میں پجنے لگے لاکھوں معبود!!

گوشِ عبرت سے اسے سن کے طریقت آخر
آبِ گفتار سے دھونے لگی یوں داغِ جمود

[illegible] کون کہتا ہے کہ [illegible] ہے تیری [illegible]

ہم نے قصرِ درالیقان کو کیا مستحکم　　سقف دیں کے لئے قوت مری ہے شکل عمود

استفادہ جو کریں بحر کرم سے میرے　　گوہراندوز ہوں اب بھی وہ مثالِ محمود

طالب لعل و گہر نیست و گرنہ خورشید

ہمچناں در عمل معدن و کان است کہ بود

تصویرِ خیال یعنی تواریخ احسن

۱۳ ۳۶ ۱۳ ۴۷ محمدی ۱۳ ھ

ہمارے نزدیک شاعر کے واسطے کامل تاریخ گو ہونا ضروری نہیں۔ مگر وہ بھی کیا شاعر جو اتنا بھی مورخ کے حروف اور اُن کے اعداد مقررہ تک سے واقف نہ ہو۔

شعراء کو اکثر تاریخ ولادت، وفات تعمیرِ مسجد و بنائے چاہ وغیرہ اور تاریخی نام نکالنے کی ضرورت واقع ہوتی ہے اہل سخن ہو کر جو اتنا کام بھی انجام نہ دے سکے اُس کو بجائے شاعر کے تنگ بند کہنا کچھ بیجا نہ ہوگا۔

درحقیقت فن تاریخ بمصداق "تاریخ بر بنیاد تاریخ بر بنیاد" نہایت مشکل فن ہے اِسکے جمیع صنائع و بدائع پر کماحقہ، عبور حاصل کرنا معمولی کام نہیں "شبہا خونِ جگر کردن، کوہ کندن و کاہ برآوردن" کا مضمون پیش آتا ہے۔

اِس میدان میں قدم رکھنا بڑی من چلی اور ذہین طبیعت والوں کا کام ہے سلف کے ذی کمال مورخوں نے وہ نمایاں کارنامے دکھائے ہیں کہ آج دنیائے شاعری میں جسکی نظیر نہیں ملتی تاہم اس آخری دور کے ان جگر پاروں میں جو ہمارے شہر کے یکتا تاریخ گو اور مشہور شاعر جناب مولوی مرزا محمد طاہر بیگ صاحب طاہر کی خوبیٔ ذہن کا نتیجہ ہیں کچھ کچھ جھلک مارتی ہے باوجود قید تا[illegible] فصاحت اور زبان کا رنگ ٹپک رہا ہے۔ ذیل کی غزل مرزا صاحب نے ہر طرح

جس سے تاریخ ہجری برآمد ہوتی ہے جس کا مشاعرہ ریاست بھوپال میں بزیر نگرانی عالیجناب
منشی محمد عبد القیوم صاحب نواب و مکرمی سید منور علی صاحب اختر و مخدومی منشی محمد عبد الحلیم
صاحب سہیل ۱۱۔اپریل سنہ ۱۸ء کو ہوگا تحریر فرمائی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ نکتہ رس ارباب سخن
ان جواہر افکار کی قدر کرتے ہوئے مرزا صاحب کی دماغ سوزی اور جگر کاوی کی داد دینگے (ایڈیٹر)

مدہوش پی کے اب تری میخوار ہو گئے
۱۸ ۱۹ ۶ء
جام مے نشاط سے سرشار ہو گئے
۳۶ ۱۳ھ

مانگا تھا دل کو بر سر پیکار ہو گئے
۲۴ ۱۳ بنگلہ
اتنی سی بات کہہ کے گنہگار ہو گئے
۳۶ ۱۳ھ

دل کے عوض ہمیں جو کئی گالیاں ملیں
۳۶ ۱۳ھ
اُن سے سوال کر کے خطاوار ہو گئے
۳۶ ۱۳ھ

بگڑا کسی کا کیا گل رعنا کے عشق میں
۳۶ ۱۳ھ
رسوا ہیں آج ہائی ہمیں خوار ہو گئے
۲۵ ۱۳ فصلی

ذکر رقیب بھی کوئی گالی تھی کیا کہیں
۲۴ ۱۳ بنگلہ منقوطہ
ایک بات تھی وہ در پئے آزار ہو گئے
۳۶ ۱۳ منقوطہ

جوہر مرا ہی دل ہی کہ بازار عشق میں
۲۵ ۱۳ فصلی
جملہ حسین دل کے خریدار ہو گئے
۳۶ ۱۳ھ

محفل سے اپنی تم نہ اُٹھاؤ اجی ہمیں
۲۴ ۱۳ بنگلہ
اک شوق ہے جو حاضر دربار ہو گئے
۱۸ ۱۹ ۶ء

اے دل کرم کی کس سے توقع کرے کوئی
۲۷ ۱۳ الٰہی فصلی
ناشاد اب تو یار بھی عیار ہو گئے
۲۵ ۱۳ فصلی

لو آج کل سے اور پریشاں ہیں شیخ جی
۱۸ ۱۹ ۶ء
وہ کیا اسیر گیسوئے خمدار ہو گئے
۲۵ ۱۳ فصلی

جو آ گئے زباں پہ مضامیں ہی لے اُڑے
۲۴ ۱۳ بنگلہ
بے شبہ دلپذیر وہ اشعار ہو گئے
۳۶ ۱۳ھ منقوطہ

طاہر کو اب خدا نے مورخ بنا دیا
یہ مشغلہ عجب ہے کہ بیکار ہو گئے

یہ امر مسلمہ ہے کہ دشوار ترین صنائع وبدائع تاریخ میں صنعت زبر وبینات ہو مورخ اس صنعت میں تاریخ لکھنا باعث فخر وکمال سمجھتے ہیں۔ ہماری نظر سے چند تاریخیں اس صنعت میں گذریں مگر نہایت پیچیدہ اور بلیغ جن کے سمجھنے میں وقت واقع ہوتی ہے اس صنعت میں اردو تاریخ لکھنا مشکل اور نہایت مشکل ہو اس میدان کو ہمارے مکرم محترم جناب مرزا احمد شاہ بیگ صاحب جوہر مراد آبادی نے طے کیا ہے اور اپنے استاد مورخ لاثانی منشی انوار حسین تسلیم سہسوانی مرحوم کی وفات کی دو قابل قدر تاریخیں لکھی ہیں۔ بعد حضرت جوہر کے مرزا طاہر بیگ صاحب ذہنی پر زور طبع کی جولانی دکھائی ہو اور اپنے اُستاد حضرت مولانا مولوی سید فرید احمد صاحب وفا خلد آشیاں کی وفات حسرت آیات میں تقریباً تیس پینتیس ۳۵ تاریخیں لکھی ہیں اس نمبر میں ہم صرف اُن دو تاریخوں میں سے ایک تاریخ جو آپ نے زبر وبینات میں نکالی ہو اپنے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ باوجود صعب ترین دشواریوں کے تاریخ کی صفائی محتاج بیاں نہیں۔ مگر افسوس ہو کہ زمانہ کی کایا پلٹ ہوگئی دنیا سے قدر دانی اُٹھ گئی۔

طریقۂ استخراج یہ ہو کہ مادہ تاریخ کے اسمائے حروف کو لفظی صورت مثلاً (الف با جیم) کی صورت میں لکھنے سے سر اسم حروف کو زبر اور مابقی کی بینات کہتے ہیں

اس صنعت میں اعداد سر اسمائے حروف یعنی زبر سے علیحدہ تاریخ نکلتی ہو اور مابقی یعنی بینات سے علیحدہ جیسا کہ تاریخ ذیل کی تشریح سے معلوم ہوگا۔

سید فرید احمد کیا اُٹھے اس جہان سے ملک سخن کا گویا اک بادشاہ اُٹھا
لکھ زبر و بینہ میں طاہر یہ سال رحلت سچا وفا سا شاعر دنیا سے آہ اُٹھا
۱۳۳۱ھ زبر ۱۳۳۱ بینات

نوٹ

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴
س	ج	ا	و	ف	ا	س	ا	ش	ا	ع	ر	د	ن	ی	ا	س	ی	ا	ہ	ا	ٹ	ہ	ا
۶۰	۳	۱	۶	۸۰	۱	۶۰	۱	۳۰۰	۱	۷۰	۲۰۰	۴	۵۰	۱۰	۱	۶۰	۱۰	۱	۵	۱	۴۰۰	۵	۱

۱۳۳۱ھ زبر

مابقی حصہ بینات کے اعداد کو جمع کیا

ین	یم	لف	او	ا	لف	ین	لف	ین	لف	ین	ا	ال	دن	ا	لف	ین	ا	لف	ا	لف	ا	ا	لف
۶۰	۵۰	۱۱۰	۷	۱	۱۱۰	۶۰	۱۱۰	۶۰	۱۱۰	۶۰	۱	۳۱	۵۶	۱	۱۱۰	۶۰	۱	۱۱۰	۱	۱۱۰	۱	۱	۱۱۰

۱۳۳۱ھ بینات

نوٹ :- حضرت مولانا وفا خلد آشیاں سنہ ۱۳۳۱ھ میں رہ گرائے جنت الفردوس ہوئے ہیں۔

مرزا صاحب کا رنگ خصوصی

ہم اور شوقِ دید میں بیمار ہوگئے — جس دن سے بند روزنِ دیوار ہوگئے

نام خدا جوان ہو دن ہیں بہار کے — جوبن نکھر رہا ہے طرحدار ہو گئے

عشق عدو نے آپ کو مجھ سا بنا دیا — اتنی سزا ملی کہ وفادار ہوگئے

سوزِ الم سے لقمۂ غم ہیں دل و جگر — جل بھن کے یہ کباب مزیدار ہوگئے

ہر دم نئی خلش ہے جگر میں نئی کھٹک — گلہائے زخم دل کے لئے خار ہوگئے

تصویرِ یار ساتھ عدو کے غضب کھنچی — دشمن تھے پہلے دو مگر اب چار ہوگئے

وزنی ہمارا شوق رہا قتل گاہ میں — سر نذرِ تیغ کر کے سبکبار ہو گئے

نالے کئے جو ہجر کی شب دم نکل گیا — ہم سو رہے وہ خواب سے بیدار ہوگئے

دکھلائی آبِ تیغ نے بحرِ فنا کی راہ — اچھا ملا یہ گھاٹ کہ ہم پار ہو گئے

گر آنکھ تھی تو دیکھتے موسیٰ جمالِ حسن — یہ کیا کہ محوِ عکسِ رخِ یار ہو گئے

اس دورِ آخری میں تو ہم خوار ہو گئے — نذرِ بلائے نکبت و ادبار ہو گئے
کاہل وجودیوں نے تہی دست کر دیا — حالت سے خود عیاں ہے کہ نادار ہو گئے

جس دن سے پاؤں رکھا ہے دنیائے عشق میں — حرماں نصیب تودۂ افکار ہو گئے
اب ہم سے کام عشق کے دفتر میں ہو چکا — انجام کار یہ ہے کہ بیکار ہو گئے

دل میں کچھ ایسا جوش تعلق سے موج زن — جذبات حشر خیز نمودار ہو گئے
ثابت قدم ہیں راہ طلب میں ہماری پاؤں — ایسے جمے کہ نقطۂ پرکار ہو گئے
زخموں کا رنگ سب اپنے نمکداں سے پوچھئے — وہ کیا گلہ کریں گے نمکخوار ہو گئے

قید جفا میں آہ اسیران باوفا
مجبور اس قدر ہیں کہ لاچار ہو گئے

جناب خورشید محمد خاں صاحب خورشید رامپوری

جب وفورِ سوز سے منہ کو کلیجہ آ گیا — جوشِ گریہ آنکھ سے اشکوں کا مینہہ برسا گیا
آشیاں کی یاد نے تنکے مجھے چنوا دیے — کوئی تنکا اڑ کے جب میری قفس تک آ گیا
شامِ فرقت کا نمونہ بن گئی صبحِ وصال — روشنی ہوتے ہی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا
سامنا اُس تندخو کا تھا قضا کا سامنا — مردنی چھائی، بدن کانپا، پسینہ آ گیا
اشکباری سے بڑھی دل کی مرے افسردگی — مینہہ برسنے سے یہ غنچہ اور بھی کمہلا گیا
حضرتِ ناصح کوئی قصہ کہو جو دل لگے — اس فضیحت کو تو سنتے سنتے جی اکتا گیا
مٹ گیا لطفِ سخن۔ برہم ہوئی بزمِ کلام — داغ کے ہمراہ فنِ شعر کا چرچا گیا

ہماری سجدہ گہ غیروں کا سنگِ آستاں کیوں ہو
ترا دیوانہ ہو کر خواہشِ باغِ جناں کیوں ہو

ہر اک صنعت بتاتی ہی کہ صانع ہی کوئی اس کا
دلیلِ ذاتِ واجب پھر نہ یہ کون و مکاں کیوں ہو

وہ گلزارِ تمنا جس کو خود قدرت نے سینچا ہو
ہوائے ناموافق سے وہ پامالِ خزاں کیوں ہو

بیانِ قربِ شہ رگ سے فقط تنبیہہ مقصد ہے
وگرنہ نورِ ذاتِ پاک پابندِ مکاں کیوں ہو

زمانہ کیوں نہ ہو اختر حبیبِ حق کا شیدائی
خدا چاہی جسے پھر وہ نہ محبوبِ جہاں کیوں ہو

[illegible]

آہ! جاڑے کی وہ لمبی راتیں جو نقرس، عرق النسار، وجع مفاصل والوں کے لئے قیامت کی راتیں ہو کر گذرتی ہیں۔ درد کے حملے تین بجے دن سے شروع ہو کر اگلے دن قبل دوپہر تک غضب کی شدت سے جاری رہتے ہیں۔ موسم کی شدت بڑے بڑے کارگر لیپوں کی نہیں چلنے دیتی مریض کا گھر بھر انگیٹھی اور کوئلوں کے شغل میں رات دن گذارتا ہے۔ مگر درد کی موجیں ہیں کہ بلا کا طوفان دل و جگر پر برپا کرتی ہیں۔ اے اس مریض کے دکھیارو اس وقت کو غنیمت جانو آج کل مسامات کھلے ہوئے ہیں ہر طرح کی لیپ اور مالش خوب اثر کرنے کو ایسے موسم میں مہیا کر لو تو کُل جاڑے بھر سکھ سے رہو گے۔

رستم ثانی

رستم میں کیا خصوصیت تھی کہ وہ رستم ہوا۔ ہار جیت تو قسمت کی ہے۔ اصلی چیز ہاتھ پاؤں رگ پٹھے اور جوڑ بند کی درستی ہے اکھاڑے میں لڑنے سے ضرور آفت آتی ہے کہیں پہنچا اُتر گیا۔ ایڑی میں موچ آگئی پٹھا بھڑک گیا۔ دس بیس دن تک پلنگ پر سوار رہے اور پہلوانوں میں ہنسی اُڑی۔ مزا اس بات کا ہے کہ شام کو تو جسم میں کوئی خرابی آئی رات پھر جس طرح رستم اپنی نوشدارو اور مُہرے کے استعمال سے چاق اور چوبند ہو جاتا تھا تم بھی یونہیں اگلے دن اکھاڑے میں اترنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ یہ ضنم کے استعمال سے ہو سکتا ہے جو ہاتھ پاؤں کی خرابیوں کو رفع کرنے میں اس زمانہ کا مہرہ رستم ہے مالش اور ترکیب استعمال کا پرچہ شیشی کے ہمراہ ہوتا ہے قیمت فی شیشی عہ تین شیشی ہے

دلچسپ قابل دید کتابیں!

نعمتوں کا طلائی تھال

اس کتاب کے ذریعہ ہر شخص اور عورت جیسی دل چاہے ہر قسم کے عمدہ لذیذ کھانے اور مٹھائیاں مربے اچار چٹنیاں وغیرہ بنا سکتا ہے اور کسی حلوائی نان بائی کی خوشامد کی ضرورت نہیں ہے لاجواب کتاب دوبارہ چھپی ہے اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے ایک صد صفحے قیمت مجلد کتاب معہ محصول ۱۱ر ہے جلدی کرو ورنہ تیسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا

زچہ و بچہ

عورتوں اور بچوں کی تمام اندرونی و بیرونی بیماریوں کی تشریح معہ تصاویر علاج یونانی و ڈاکٹری حمل کے متعلق عجیب و غریب صدہا مخفی ٹوٹکے اور فقیری چٹکلے جن پر صرف کوڑیاں صرف ہوں اور اشرفی کا کام دیں دائیوں کی رہبری کا بہترین ذریعہ ہے قیمت ۸؍

طبیب خلوت

نوجوانوں کی بیماریاں - نامردی، جریان، سوزاک، آتشک، بواسیر، گٹھیا وغیرہ کی تشریح اور انکا علاج ویدک، یونانی، ڈاکٹری تینوں طریق پر بتلایا ہے کئی سو عجیب نسخے طلا و کشتہ جات ایسے درج ہیں جو صرف چند پیسوں میں طیار کر کے اور ثواب حاصل کرو۔ قیمت ایک روپیہ تین آنے (عہ؍) ہے۔

انگلش ٹیچر

بلا مدد اُستاد انگریزی پڑھنا لکھنا بولنا سکھانیوالی کتاب گھر بیٹھے تماسی لیاقت حاصل کرلو اس میں ہر محکمے کے کئی ہزار الفاظ بولچال کے فقرے اور ہزارہا محاورے چٹھی وغیرہ لکھنے کے قواعد لفظوں کی گردان ہر موقع کے متعلق گفتگو کے فقرے تیسری بار چھپی ہے قیمت ۸؍

خزانہ کرامات

یہ کتاب مشہور گسائیں سوامی دیال جی ایس وائی مسمرائزر کی تصنیف کردہ ہے اس میں علم تصوف اور مسمریزم کے متعلق نہایت مفصل بحث ہے جو لوگ علم الٰہی کا شوق رکھتے ہیں یا اُس کو حاصل کرنا چاہتے ہیں اُن کو ضرور یہ کتاب مطالعہ کرنی چاہیئے۔ پبلک کی قدر دانی کی وجہ سے چھٹی مرتبہ چھپی ہے۔ باتصویر ہے حجم دو صد صفحے قیمت مجلد ایک روپیہ پانچ آنے (عہ؍) ہے۔

رہنمائے تجارت

یہ ایک سہ ماہی چھپنے والا رسالہ ہے جو ہر خاص و عام کو مفت ملتا ہے فوراً ایک پیسہ کا کارڈ بھیج کر مفت طلب کرو۔

رہنمائے باغبان

باغ باغیچہ لگانے والوں کو مژدہ۔ اس میں ہر قسم کی ترکاریوں میوہ دار درختوں اور ہر قسم کی پھلواری پیدا کرنے کے طریقے بونے کا موسم اور بہت سی مفید باتیں درج ہیں تاکہ ہر شخص باغبانی کے عام اصول اور بھیدوں سے مستفید ہو سکے اور باغبان کی خوشامد سے بچے۔ حجم ۲۰۰ صفحے قیمت مجلد معہ محصول گیارہ آنے۔ (۱۱ر)

زینت التجارت

دولت پیدا کرنا انسانی فرض ہے اور دولت بغیر تجارت کے پیدا ہونی مشکل ہے نوجوانانِ ملک کو تجارت کی باقاعدہ تعلیم دینے کی غرض سے مذکورہ کتاب مرتب کی گئی ہے کہ کس طرح ایک مزدور کروڑپتی بن سکتا ہے۔ تجارت کے فوائد اور تجارت کی برکتیں۔ تجارت کے اصول۔ کامیابی کے راز تجارتی خط کتابت اور تجارتی حساب کتاب۔ لین دین، بہی کھاتہ۔ جملہ رجسٹروں کے متعلق نقشہ جات۔ حوصلہ بڑھانے والی نظم فنِ اشتہار بازی اور کلید تجارت۔ دکانداری کے اصول کہاں تک لکھیں۔ کتاب کیا ہے نئی معلومات کا خزانہ ہے۔